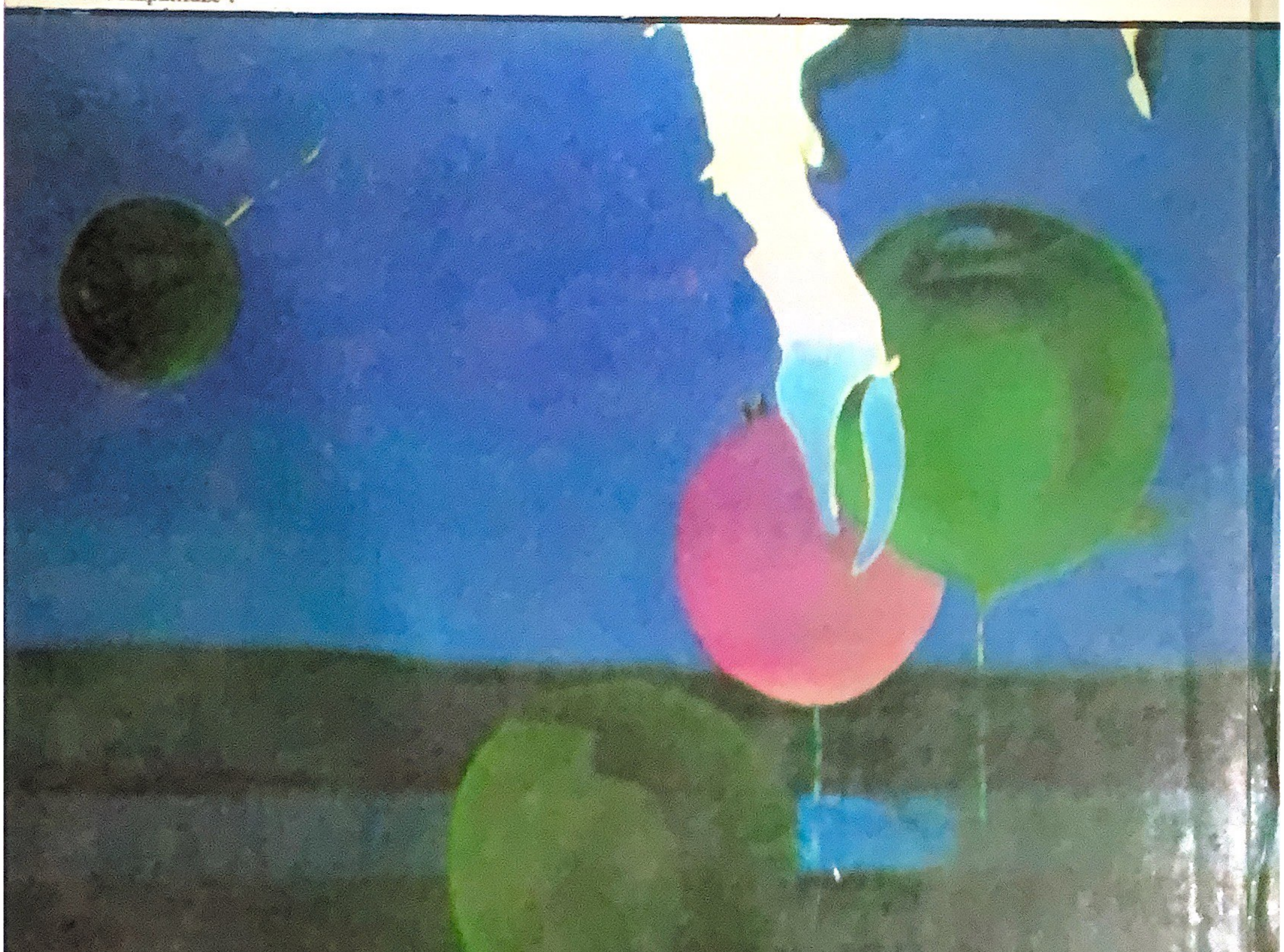
چوکور دریچے

ظفر خان نیازی

"Nino Lordkipanidze".



چوکور پہیے

منی کہانیاں افروازم

ظفر خان نیازی

دی پرنٹ لائن
بلیو ایریا ○ اے اے پلازہ ○ اسلام آباد

وہ زندگی بھر شفا بانٹتا رہا

اور مرنے کے بعد اپنی قبر کے کتبے پر لکھوا گیا

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ، قُلِ الْعَفْوَ

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو

میانوالی کے مرحوم ڈاکٹر **نور محمد خان نیازی**

کے نام ———

تشکر

جناب عین سلام، جناب خادم مرزا، جناب احمد داؤد، جناب اظہر نیاز، جناب عرفان احمد بیگ، جناب تنویر اقبال، اور پروفیسر محمد اسلم ملک ———
مختلف مراحل پر آپ کا تعاون ——— اور آپ سب کی محبّت مجھے نصیب نہ ہوتی تو شاید یہ کتاب کبھی تیار نہ ہو پاتی۔

ظفر خان نیازی

سفارت

افسانچوں کی اس کتاب کا دیباچہ بھی چند سطری نہ ہوا تو میری بات متناسب نہ لگے گی۔ اصل میں فِکشن میں بھی طوالت اور اختصار بذاتِ خود اہم نہیں ہوتے، فِکشن لمبی ہو یا چھوٹی، اچھی اُسی وقت معلوم ہوتی ہے جب اسے لکھنے والا اس کا صحیح تناسب دریافت کر پائے۔ تخلیق کا سارا کھیل تناسب سے ہی وابستہ ہے۔ کسی ذی جان --- چیونٹی یا ہاتھی --- کا جسم اسی لئے اسے اپنا بوجھ معلُوم نہیں ہوتا کہ عین متناسب ہونے کے باعث اُس کی شخصیّت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ پڑھنے والوں کی تخلیقی شرکتوں کے باب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مِنی تحریر انہیں اپنی ہی واردات سی لگے۔ اچھی مِنی کہانی کا اختصار اتنا پُر گو ہوتا ہے کہ وہ شروع ہونے سے پہلے ہی کہیں سے شروع ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اس کے خاتمے پر قاری اُسے نہ جانے کہاں آپ ہی اپنے ذہن میں مکمّل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کتاب میں سے ایک کہانی "سچ" ملاحظہ ہو:

مسافرو! یہ ایک رات کی بات نہیں
یہ رات بہت طویل ہے
ہم کب تک خوف سے جاگتے رہیں گے
آؤ ایک دوسرے پر اعتماد کرکے دیے بُجھادیں اور سوجائیں

ایسی ہی وارداتیں پڑھ کر ہم اُن کے لکھنے والوں کو خیال ہی خیال میں تخلیق کے اُن مقامات پر دیکھنے لگتے ہیں جہاں انہوں نے عُمر بھر کے ریاض و انہماک سے اپنی مستقل باشندگی کے اسباب کرنا ہوتے ہیں۔

جوگندر پال

ایک سانس میں بہت سی باتیں

سخت برفانی موسم تھا۔ رات وقت سے پہلے ہی آگئی تھی۔ برفپوش پہاڑوں میں گھری ہوئی ایک وادی کے کسی جھونپڑے میں ایک چرواہا اپنے چھوٹے بڑے بچوں میں، آگ کے گرد بیٹھا کہانی سُنا رہا تھا:۔

ایک تھا بادشاہ، ہم تم جیسا بادشاہ، ہمارا تمہارا بادشاہ، اُس کے چار بیٹے تھے، بڑے تین بیٹے تو سمجھدار تھے لیکن چھوٹا بیٹا ابھی بہت ہی چھوٹا تھا۔ ایک دن وہ بادشاہ سلامت کو کہنے لگا

ابو، میری قمیض پھٹ گئی ہے، میرے جُوتے بھی پُرانے ہوکر سُوکھ گئے ہیں، میرے پاس چھوٹا سا کُتا بھی نہیں جو بڑے بڑے بھیڑیوں کا مقابلہ کر سکے۔ مجھے یہ ساری چیزیں لادو ناں۔ بادشاہ سلامت نے چھوٹے شہزادے کو کہا۔ دیکھو بیٹے، جب یہ برفانی موسم ختم ہوگا، نرگس اور بادام کے پُھول کھلیں گے، برفپوش پہاڑوں کے سَر جُھکیں گے اور وہ ہمیں میدانوں کا راستہ دیں گے تو ہم میدانوں کو جائیں گے۔ میں وہاں سفید چیتے کی کھال اور اپنے گلّے کی

سب سے اچھی بھیڑ بیچ کر تمہیں یہ ساری چیزیں لا دوں گا۔

یہ کہانی تو آگے بھی چلتی ہے اور اس وقت تک چلتی جائے گی جب تک دُنیا کے سارے بچّے بڑے نہیں ہوجاتے، لیکن چرواہے کے سب سے چھوٹے بچے کی آنکھوں میں خوشی کی چمک اور بھیڑ کے بیچنے کے ذکر پر چرواہے کی زبان کی لُکنت میں اس بے انت کہانی کے ساتھ ساتھ کئی ایسی کہانیاں سنائی دینے لگتی ہیں جہاں پر کہیں چرواہا، بادشاہ ہے، کہیں گلّے کی سب سے قیمتی بھیڑ بھَیں بھَیں کرتی میدانوں کو جا رہی ہوتی ہے، کہیں سب سے چھوٹا بچہ نرگس و بادام کے پُھول کھلنے اور برف کے پگھلنے کا خواب دیکھتے دیکھتے ماں کی گود میں پاؤں پسارنے لگتا ہے، کہیں ہم تم سب بادشاہ ہیں اور کہیں کوئی بادشاہ نہیں۔

اُس بے انت کہانی کو سُنتے ہوئے، ہم سب جس کے کردار ہیں، میں نے اس مجموعے میں ایسی ہی لمحاتی کہانیاں اکٹھی کی ہیں۔

ظفر خان نیازی

تاثّر

میری منزل آنے کو تھی

گاڑی سے اُترنے کی تیاری میں، مَیں نے سیٹ چھوڑ دی، میرے پاس بیٹھا مسافر ایک زائد سیٹ پاکر خوش ہو رہا تھا اور اُس کی گود میں بیٹھا معصوم بچہ مجھے جاتے دیکھ کر اداس ہو رہا تھا۔

تین گھنٹے کے اس سفر میں، مَیں نے دُنیا بھر کے موضوعات پر اُس مسافر سے گفتگو کی تھی اور بچّے کو صرف ایک آدھ بار مُسکراکر دیکھا تھا۔

جس تن لاگے

مجسّمہ ساز کی دکان میں پڑا ہوا ایک مجسّمہ ناتراشیدہ پتھروں کو بتا رہا تھا ——
وہ میرے پاس آئی، مجسّمہ ساز سے میری قیمت پوچھی اور پھر میرے اتنے قریب آگئی کہ اس کے سانسوں کی مہک میرے نتھنوں کو چھونے لگی ۔ اس کے قُرب کی حِدّت پاکر میرا جُمود پگھلنے لگا اور مَیں نے اس کا ہاتھ چُھولیا —— اس نے گھبرا کر اپنے بوڑھے باپ کی طرف دیکھا جو مجسّمہ ساز کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اور پھر بھاگ کر اپنے باپ کے پاس چلی گئی۔

آخر میں وہ مجسّمہ بولا —— جب میں تمہاری طرح تھا۔ مجھے بھی ایک ایسی کہانی ایک پُرانے مجسّمے نے سُنائی تھی اور تمہاری طرح مَیں نے بھی اس کا یقین نہیں کیا تھا۔

دعوتِ اظہار

وہ بولے ——

یہ نہ دیکھو کون کہہ رہا ہے

یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔

مَیں بولا ——

لیکن مَیں یہ دیکھتا ہوں، کون کہہ رہا ہے

مجھے خود بخود معلُوم ہو جاتا ہے کیا کہا جارہا ہے

وہ بولے ——

تم یہ کیسے کہتے ہو؟

مَیں بولا ——

منطق کی بِنا پر!

وہ دھاڑے ——

یہ منطق کہاں کی ہے؟

مَیں بولا ——

میرے تجربے کی!

وہ چیخے ——

تمارے تجربے کی؟ تم کون ہوتے ہو جو اپنا مشاہدہ ہم پر ٹھونسو۔

اور انہوں نے مجھے محفل سے اُٹھا دیا۔

جاہل

ہم سب جاہل ہیں
مَیں اس لئے کہ تم مجھے جاہل سمجھتے ہو
اور تم اس لئے کہ --- میں اتنا جاہل بھی نہیں کہ تمہارے رویّے کو نہ جان سکوں

اعتراف

قَسم سے میں ہرجائی نہیں
ہاں کبھی کبھی سوچتا ضرور ہوں
کہ مَیں ہرجائی ہو جاؤں تو کتنا مزا آجائے؟

عجیب مخلُوق

لڑکیو--- تم بھی عجیب مخلُوق ہو
دل دے دیتی ہو
ٹیلیفون نمبر نہیں دیتی ہو

شادی مرگ

بیمار باپ نے معصوم بیٹے کی طرف دیکھا جو پنگھوڑے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے اس شخص نے سوچا، ورثے میں اس کیلئے مَیں کچھ نہیں چھوڑے جا رہا۔

یہ خیال آتے ہی زندگی کی پوری توانائیاں اُس کے جسم میں بھرنے لگیں اور وہ اٹھ بیٹھا

اور پھر اسے خیال آیا۔ مَیں اس کے لئے اور کچھ بھی نہیں چھوڑ سکا ——— تو ورثے میں اس کے لئے دُشمنی بھی نہیں چھوڑی۔
یہ خیال آتے ہی بیمار باپ خوشی سے مرگیا۔

ارتقا

تہذیب و تمدّن کی ساری کہانی بس اتنی ہے
پتھرّ کے زمانے کا انسان ہتھیار اُتار کر آرام کرنا چاہتا تھا، تو غار کا منہ خار و خس اور پتھرّوں سے ڈھانپ لیا کرتا تھا۔

اور شیشے کا انسان غار کے منہ پر چٹخنیاں اور تالے لگا لیتا ہے۔

جوشِ تمنّا

مجھے تالہ لگاتے دیکھ کر گلی کا چوکیدار سوچ رہا تھا گھر خالی چھوڑ کر یہ شخص اتنی رات گئے کہاں نکل جاتا ہے۔

مَیں اُسے کیسے بتاتا کہ مَیں آج رات بھی اس آس میں گھر سے نکل رہا ہوں کہ شاید میری طرح اُسے بھی نیند نہ آ رہی ہو اور میری تلاش میں وہ بھی سڑکوں پر نکل آئی ہو۔

خوش فہمی کا بچّہ

وہ خوبصورت لڑکی اپنی ہر خوشی میں مجھے رازداں سمجھنے لگی تھی --- ایک دن کہنے لگی، مَیں تمہیں چند دنوں میں ایک خوشخبری سناؤں گی

مَیں ہفتہ بھر رنگ برنگ خواب دیکھتا رہا

ایک دن وہ کہنے لگی اوہو میں نے تمہیں ایک دلچسپ بات بتانا تھی، تم نے یاد ہی نہیں دلایا مَیں ہمہ تن گوش تھا، یہ سوال سُن کر خاموش رہا

اور وہ کہنے لگی --- پرسوں اس کا بھائی پیدا ہوا ہے، مُنا سا، پیارا سا۔

اکائی

جب مَیں بڑے خلوص سے اسے کہہ رہا ہوتا ہوں مَیں تمہارا ہوں، صرف تمہارا تو مجھے اس وقت اپنے بہن بھائیوں کی آوازیں جانے کیوں سنائی دینے لگتی ہیں، دُور بہت دُور سے۔

شکوے

ایک گونگا سفر طے کرتا کرتا کسی بستی کے قریب پہنچا تو رات ہو چکی تھی —
پناہ کے لئے وہ بستی کا دروازہ، دروازہ کھٹکھٹاتا پھرا،
کسی نے اس پر دروازہ نہ کھولا
مایوس ہوکر وہ اپنی راہ کو چل دیا
راستے میں وہ بڑے دُکھ سے سوچتا جا رہا تھا کتنے بے مروّت لوگ تھے اس بستی کے
اس گونگے بے چارے کو کیا معلوم، یہ بستی بہروں کی تھی۔

چُپ کی آخری چیخ

اُدھیڑ عُمر جب کہہ رہا تھا

سچّ جانو، سچّا پیار صرف اپنے بچّوں اور اپنے گھر سے ہوتا ہے حالانکہ میں کہنا چاہتا تھا

یہ جُھوٹ ہے، لیکن میں چُپ رہا تھا

کچّے رنگوں والی لڑکی جب مُجھ سے کہنے لگی تھی

تم نہ ملے تو یقین جانو، میں گُھل گُھل کر مر جاؤں گی

حالانکہ میں کہنا چاہتا تھا، یہ جُھوٹ ہے، لیکن میں چپ رہا تھا

دُشمن کا جب مُجھ تک پیغام آیا تھا

میں چاہوں تو تم کل کا دن بھی نہ دیکھ پاؤ، حالانکہ میں کہنا چاہتا تھا یہ جُھوٹ ہے

،لیکن میں چُپ رہا تھا۔

ڈوبتا ہوا گیدڑ جب چیخا تھا

میں ڈوبا تو ساری دُنیا غرقاب ہوجائے گی، حالانکہ یہ سُن کر میں چُپ رہنا چاہتا تھا لیکن

میں بول اُٹھا — یہ جُھوٹ ہے۔

کھُلی کھڑکیاں بند دروازے

وہ مجھے جب بھی دیکھتا ہے سلام کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے،اور مَیں شرمندہ ہوکر رہ جاتا ہوں — مجھ میں اتنی جرأت بھی نہیں کہ اُس مانُوس اجنبی کو کہہ سکوں ،اُس دن سڑک پر سے گزرتے وقت مَیں نے اپنے بالوں کو سیٹ کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، جسے وہ میرا سلام سمجھ بیٹھا ہے۔

◘

زندگی کی راہ میں ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جن کی سفید آنکھوں میں دُھول جھونکنے کو جی چاہتا ہے۔

◘

عجیب اتفاق ہے آج بھی سرراہ جن سے ملاقات رہی ،سب کے سب خوش اخلاق تھے۔

◘

داڑھی میں پہلا سفید بال مَیں خوشی خوشی دکھاتا تھا — اور اب دس بال سفید ہیں تو انہیں چُھپا لیتا ہوں۔

سچ

مسافرو! یہ ایک رات کی بات نہیں
یہ رات بہت طویل ہے
ہم کب تک خوف سے جاگتے رہیں گے؟
آؤ ایک دوسرے پر اعتماد کر کے دیئے بُجھادیں اور سوجائیں!!

اس رات ناک منہ لپیٹے ، ایک گندے نالے کے پُل پر سے میں گزرا تو مَیں نے دیکھا، چاند گندے پانی میں بھی اُسی طرح ہی مسکرا رہا ہے

اُس رات میں بہت دیر تک سوچتا رہا، یہ اُوپر والے ہمارے ہر حال پر ہنستے ہی رہتے ہیں۔

یہ دنیا صرف میرے لئے پیدا کی گئی ہے
میرا یہ خیال صحیح ہے کہ غلط
مَیں اس جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا
مجھے یاد ہے، مَیں نے ایک بار سوچا تھا، مَیں بھی
دنیا کے کروڑوں، اربوں انسانوں کی طرح ایک عام سا انسان ہوں تو مجھے یوں لگا تھا
جیسے میں کسی بلندی سے کانٹوں پر آگرا ہوں۔

تم بتاؤ، تم نے کتنے رنگ کے گلاب دیکھے ہیں
مَیں بتاؤں گا، تم نے کتنی دُنیائیں دیکھی ہیں

سیز فائر

ایک بولا — " میرا خیال ہے، مَیں کافی ذہین ہوں کہ تم بات شروع کرتے ہو اور مَیں سمجھ لیتا ہوں تم کیا کہو گے"

دوسرا بولا — " اس سے زیادہ عقل کی بات یہ ہے کہ اپنی ایسی خوبی و کمزوری نہیں بتانا چاہیئے جس طرح کہ مَیں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا"

تیسرا بولا —— " وہ دُور بیٹھا شخص ہماری باتیں سُن کر مسکرا رہا ہے، بے شک وہ ہم تینوں سے ذہین ہو گا لیکن شاید اسے یہ معلوم نہیں، وہ ہمارے درمیان ہوتا تو اسی طرح کی باتیں ہی کرتا کہ جہاں آدمی ہتھیار اُتار کر بیٹھا ہے ایسے ہی باتیں کرتا ہے۔

اچھائی کی پہلی اینٹ

آؤ اپنی برائیاں اپنے دشمنوں کو بتادیں
کہ انہیں کچھ تو خوش ہونے کا موقع بھی ملے

جزیرے کی حمد

ہم نے جب بھی ہجرت کی، گمان یہی گزرا
یہ آخری بار ہے
لیکن ہر وہ جزیرہ جہاں ہمارے قدم پہنچے
ظالم ہاتھ ہم سے پہلے وہاں موجود تھے
ہم ایک بار پھر، مستقبل کی ٹوکری میں خواہشوں کے
انڈے اٹھائے چل پڑے ہیں ابھی تک کسی کالی بلّی نے
راستہ نہیں کاٹا۔
لیکن وہ ہاتھ جو کیچوے کی طرح کٹ کر
بھی زندہ رہتا ہے، ہم اُسے زخم دیئے بغیر چل
پڑے ہیں

اے بے نام جزیرے، تیری خیر ہو۔

وجہِ اتفاق

گاڑی میں بیٹھے دو آدمی بڑے زور و شور سے بحث میں مصروف تھے باقی مسافر خاموش بیٹھے ان کی باتیں سُنتے جا رہے تھے۔

بحث نے جب تکرار کا رنگ اختیار کرلیا تو ان میں سے ایک کہنے لگا "تعلیم کے معاملے میں مَیں آپ کی رائے اس لئے نہیں مان سکتا کہ مَیں خود اسی محکمے میں ہوں —— میں خود پروفیسر ہوں"

دوسرا بولا — "اور شاید آپ کو معلوم نہیں مَیں بھی پروفیسر ہوں، مَیں بھی آپ کی رائے سے اتفاق نہ کرنے کی معقول وجہ رکھتا ہوں"

یہ سُن کر سُننے والوں میں سے ایک بول اُٹھا، تو جناب آپ دونوں پھر ہماری باتیں سُنیں ہم اَن پڑھ ہیں اور ہم آپس میں مکمل اتفاق کرتے ہیں"

شور مچاتی آوازیں اُس وقت بُری لگتی ہیں
جب اُن میں اپنی آواز شامل نہیں ہوتی

اعلان

اے دنیا والو!
آئینے سچ بولتے ہیں
تو مَیں بہت خوبصورت ہوں

■

آبگینے

مَیں تمہیں ضرور چھوؤں گا
کہ تم شیشے سے بھی نازک ہو
تو پھر تمارا ٹُوٹ جانا ہی بہتر ہے

■

قلاش

تُو ساری باتیں اُس سے کہہ بیٹھا
تو پھر تنہائی میں خود سے کیا باتیں کرے گا؟

اعلان

اے دنیا والو!
آئینے سچ بولتے ہیں
تو مَیں بہت خوبصورت ہوں

آبگینے

مَیں تمہیں ضرور چھوؤں گا
کہ تم شیشے سے بھی نازک ہو
تو پھر تمارا ٹُوٹ جانا ہی بہتر ہے

قلاش

تُو ساری باتیں اُس سے کہہ بیٹھا
تو پھر تنہائی میں خود سے کیا باتیں کرے گا؟

نسلی شعور

اور آخر تنگ آکر اس نے نمک کی بجائے گدھے پر رُوئی کا گٹھڑ لاد دیا۔ اس دن بوجھ کم پاکر گدھا بہت خوش تھا

اور جُھومتا جھامتا، ہنستا گنگناتا کدکڑے مارتا جا رہا تھا — مالک دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش تھا کہ آج دیکھوں گا یہ ندی میں کیسے بیٹھتا ہے۔

ندی آئی — گدھے نے مُڑکر مالک کی طرف دیکھا۔

مالک کو مسکراتے دیکھ کر گدھا بھی جواب میں مسکرایا اور بڑے مزے سے ندی عبور کرتا دوسرے کنارے پر پہنچ کر مُڑا اور اُس کنارے پر اپنے مالک کو دیکھ کر کہنے لگا

مالک میں نسلاً گدھا ہوں، عقلاً گدھا نہیں ہوں۔

تحریکیں

ابتدائی اسٹیشن کے لوگ ریل گاڑی میں زیادہ معتبر ہوتے ہیں کہ انہیں سیٹ آرام سے مل جاتی ہے۔

یہ سچ بھی عجیب شے ہے
کہ ہمیشہ اپوزیشن کی بنچوں پر بیٹھ کر خوش رہتا ہے

بورژوا

میرا واسطہ ایسے اقربا نوازوں سے پڑا ہے جو گالی بھی دینا چاہیں تو پہلے اپنوں کو ڈھونڈتے ہیں۔

دریا میں رہ کر بے شک مگر مچھ سے بیر رکھ لے مگر جوہڑ میں رہ کر ڈڈؤوں سے بیر نہ رکھنا ورنہ اُن کی ٹر ٹراہٹ تیرے کان کے پردے پھاڑ دے گی۔

جمہوریت

اپنے دیس کے گبھرو نوجوان کو دیکھ کر قیدی شہزادی ایک بار روئی، کچھ دیر توقف کیا اور پھر مسلسل رونے لگی۔

نوجوان اس کے ہنسنے کا انتظار کرتا رہ گیا۔ تنگ آکر اس نے پوچھا

" تمہیں تو ایک بار رونا اور ایک بار ہنسنا چاہیئے تھا لیکن تم مستقل روئے جا رہی ہو؟ "

شہزادی نے کچھ دیر کے لئے رونا دھونا بند کیا اور کہنے لگی

" پہلی بار تو میں اس لئے روئی کہ ابھی دیو آجائے گا اور آدم بُو، آدم بُو کے شور سے یہ وادی سر اُٹھا لے گا اور پھر تمہاری خیر نہیں —

پھر مجھے خیال آیا، ممکن ہے، اس کے آنے سے پہلے ہی تم مجھے آزاد کرا کر لے جاؤ۔

لیکن پھر یہ سوچ کر مجھے مستقل رونا آگیا ہے

تم مجھے آزاد کرا کر لے بھی جاؤ، تو وہ مجھے پھر اُٹھا کر لے آئے گا، کہ تم لوگوں میں ہمّت ہوتی تو وہ مجھے اپنے دیس سے اٹھا کر لاتا ہی کیوں ؟"

پُرانی منڈیریں نئے کوّے

وہ کہنے لگا — ٹھیک ہے، یہ آپ کے تیر سے گرا ہے تو پھر آپ کا ہے۔ ہم وہ نہیں ہیں جو کھانے پر لڑا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھی نے چپکے سے اس کے کان میں کہا۔ یہ بھی نہ ملا تو پھر اس جنگل میں آج رات بھوکا سونا پڑے گا۔

اور وہ کہنے لگا۔ لیکن اسے ہم ہی کھائیں گے اور درمیان میں پڑا ہرن وہ اٹھاکر چل دیئے

اپنے ساتھیوں کے آنے تک مَیں سوچتا رہا مَیں بھی تو ان میں سے تھا جن کے آگے سے کوئی نوالہ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ثقافت

جس شہر میں نئی پُرانی قبروں کی تعداد شہر کے لوگوں سے کم ہو، وہاں کسی طرح کی ثقافت کی تلاش بے کار کام ہے۔

مٹی کے آئینے

مَیں گھر سے چلنے لگا تو بزرگوں نے مجھے کہا

"تم جہاں بھی جانا، پہلے وہاں کی مٹی کو دیکھ لینا وہ تمہارے ساتھ کسی طرح پیش آتی ہے وہاں کے لوگ تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے ،میں روانہ ہوگیا۔

چلتے چلتے مَیں ایک جگہ پہنچا، دیکھا وہاں کی مٹی چکنی تھی مَیں نے اُسے مٹھی میں بھرا تو وہ مُٹھی کی شکل اختیار کرتی گئی۔

پھر میرا گزر صحراؤں سے ہوا، وہاں کی ریت میں نے مٹھی میں بھر کر مٹھی کو دبایا لیکن میری کوشش کے باوجود وہ میرے ہاتھ میں نہ ٹھہری اور پھسل کر گرتی ہی رہی ۔پھر میرا گزر دلدلوں سے ہوا، مَیں نے مُٹھی میں مٹی ڈالی، مٹھی کو بھینچا تو دلدلی مٹّی میرے ہاتھوں میں میل کچیل چھوڑ کر پھسل گئی ۔

پھر مَیں پہاڑوں کے وسط میں پہنچا۔

ایک پتھّر اٹھایا تو میرے ہاتھ میں مضبوطی سے جم گیا مَیں نے اُسے مُٹھی میں بھینچنا چاہا تو جواب میں پتھّر بھی زور لگانے لگا۔

مَیں نے اور قوت سے مٹھی کو بھینچا تو پتھّر میرے ہاتھ کو زخمی کرنے لگا ۔ مَیں نے اُسے زور سے دُور پھینک دیا ۔ اڑتے ہوئے چند ذرّے مجھ پر آگرے جب کہ وہ دوسرے پتھّروں سے ٹکرا کر خاموش ہوچکا تھا۔

ایک نیام میں دو تلوار...س

قریب کے پہاڑوں میں ایک وادی ہے۔ یہاں دو متحارب قبائل آباد تھے۔ روز روز کے خسارے سے تنگ آگر دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ صُلح کر ہی لینا چاہیئے صُلح کا اعلان کر دیا گیا تو وادی کے کونے کونے میں خوشیوں کے ترانے گونجنے لگے۔

دن ڈھلا، شام اُتری تو وادی پر تیرتے چاند نے دیکھا، الاؤ جل رہے ہیں اور دونوں قبیلوں کے جوان ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے الاؤ کے گرد ناچ رہے ہیں۔

تیرتا چاند کچھ دیر کے لئے کالے بادلوں میں ڈوب گیا اور جب وہ پھر ایک بار وادی پر نمودار ہُوا تو چاند نے دیکھا، تاریکی کے اُن چند لمحوں میں سارا نقشہ بدل چکا ہے اور وادی کے گھر گھر کو آگ لگ چکی ہے۔

مورھا

بیٹا رخصت ہو رہا ہے اور ماں بہت اُداس ہے۔
ماں کو لام پر جانے کے بہت سے معنی نہیں آتے
وہ تو بس اتنا جانتی ہے، جنگ میں خون بہتا ہے، زمین
جلتی ہے اور بیٹا جنگ پر جانے لگے تو خوش فہمیاں اُس سے پہلے
ہی خدا حافظ کہہ جاتی ہیں
ماں بہت اُداس ہے

کٹا مرگیا تھا کہ اسے باؤلے کُتّے نے کاٹ لیا تھا
بھینس اتی اداس تھی کہ اس نے دودھ سے تھن کھینچ لئے
تھے ۔ جب سے کٹّے کی کھال میں بُھس بھر کے بھینس کے آگے
ایک مُورھا رکھ دیا گیا ہے بھینس مطمئین ہوگئی ہے

کیا جنگ کرنے والی طاقتیں اور جنگ کو خوشنما بنانے والی طاقتیں دنیا بھر کی ماؤں کو یہ ضمانت دے سکتی ہیں کہ مرنے والے کی کھال خندق پاٹنے پر استعمال نہیں کی جائے گی گاؤں بھیج دی جائے گی۔

ممتا

کپڑے تبدیل کئے بغیر سوجانا اس کی عادت ہے ایک دن اس کی ماں بولی " بیٹا کپڑے تبدیل کرلو ، پھٹ جائیں گے "

وہ بولا — " پُرانے ہی تو ہیں " — ماں مطمئن ہوکر چُپ ہورہی
دوسرے دن اس کی ماں بولی
" بیٹا میں نہ کہتی تھی کپڑے پھٹ جائیں گے اور آج پھر تم نئے کپڑے پہن کر سورہے ہو"
وہ بولا — " یہ تو نئے ہیں ، اتنی جلدی کہاں پھٹ سکتے ہیں "
اور اس کی ماں نے اس کی یہ وضاحت بھی قبول کرلی۔

اگر یہ دنیا اتنی بُری ہے تو وہ بوڑھی ماں تمہیں آج بھی اتنی پیاری اور مقدس کیوں لگتی ہے جو تمہیں اس دُنیا میں لائی۔

بُزدل

ویرانوں کو بھی خاموش پاکر وہ بڑ بُڑایا
شہر گُونگے اور شاعر تو بانجھ ہو ہی گئے تھے
اے ہَوا ، تُو بھی گونگی ہوگئی ہے کیا؟
یہ سُن کر ایک پتھّر نے سرگوشی کی
تم سُننے کی ہمت تو لاؤ، مَیں بولوں گا۔

مطالبات منفی مطالبہ

اُدھر انتظامیہ نے یونین کے مطالبات سُننے سے ہی انکار کردیا تھا اِدھر یونین والوں نے بھی قسم کھا رکھی تھی جب تک پچاس فیصد مطالبات منظور نہیں ہوں گے، پہیّہ جام رہے گا۔

اس صورتِ حال میں حکومت کو مداخلت کرنا پڑی جس کے نتیجے میں ہڑتالی لیڈر اندر ہوگئے۔

لیڈروں کے بغیر بھی ہڑتال زور و شور سے جاری رہی اب سارا زور اِن دو نکات پر تھا

۱ — ہڑتالی لیڈروں کو رہا کیا جائے

۲ — یونین کے باقی مطالبات منظور کئے جائیں

ہڑتال کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر انتظامیہ مذاکرات کرنے پر مجبور ہوگئی۔ مذاکرات کے نتیجے میں انتظامیہ نے پچاس فیصد مطالبات ماننے کا وعدہ کیا اور اس وعدے کے نتیجے میں ایک نکتہ پورا کردیا یعنی ہڑتالی لیڈروں کو رہا کردیا گیا۔

یونین والے اپنی کامیابی پر بہت خوش تھے اور سوچ رہے تھے کہ اگلے سال باقی مطالبے بھی وہ اسی طرح منظور کرالیں گے۔

مذہب اور سیاست

ایک آزاد امیدوار بولا

میں آزاد اس لئے کھڑا ہوں کہ سیاسی پارٹیوں سے مجھے مذہبی اختلاف ہے، اور مذہبی پارٹیوں سے سیاسی اختلاف۔

عقیدوں کی زمین

جب اُسے اندازہ ہوگیا کہ اپنے گھر بار اور گاؤں کو چھوڑ کر پیر کے گاؤں میں مستقلاً قیام کرنے میں کوئی بھی دشواری حائل نہیں رہی تو اُسے یوں لگا جیسے جیتے جی اُسے جنت کا راستہ نظر آگیاہو۔

سب کچھ چھوڑ کر اُس نے پیر کے گاؤں کی راہ لی — اب وہ بہت خوش تھا کہ پیر کا روضہ اب ہر وقت اس کی نگاہوں میں رہتا تھا۔

زندگی کے دن بہت آرام اور سکُون سے گزرتے چلے گئے اور ایک دن اُس کا مرنے کا وقت آن پہنچا۔

موت کو اپنے سرہانے کھڑا دیکھ کر اس نے وصیت کی، میرا سامان خانقاہ کے فقیروں میں بانٹ دیا جائے اور کفن دفن کے لئے میری میّت میرے گاؤں بھجوادی جائے۔

مُبلّغ

ایک جماعت تبلیغی دورے پر نکلی
محلّے کے پہلے موڑ پر ایک شخص نظر آیا تو ایک مبلّغ نے علیک سلیک کے بعد اُسے بڑی نرمی سے کہا " بھائی، کلمہ سُنائیے "
" جی، مَیں تو کافر ہوں "
مبلّغ نے کہا " اوہو معاف کیجیئے "
اور یہ کہہ کر تبلیغی جماعت اشاعتِ اسلام کے لئے آگے روانہ ہوگئی۔

پذیرائی

اُن میں سے ایک کو خیال آیا وہ سبھی بولے جا رہے ہیں — اور کوئی کسی کو بھی نہیں
سُن رہا
اس نے سوچا ،ایک تو سُننے والا بھی ہو
اٹھ کر اس نے ایک نحیف سا ساتھی پکڑا
اس کے ہاتھ اور پاؤں جکڑے
منہ پر پٹی باندھ کے اس کو چھوڑ دیا
سبھی اس کو مخاطب کر کے بولنے لگے
اس کا چہرہ کرب سے زنگ آلُود ہونے لگا
اور پھر کچھ دیر کے بعد اس نے اتنے زور کا قہقہہ لگایا کہ منہ پر بندھی پٹی ہَوا میں
بکھر گئی
وہ سب خاموش ہوکر اُسے دیکھنے لگے
لیکن وہ بھی اب خاموش تھا
ان سب کو غصہ آنے لگا، تو وہ بولا
" اپنی اپنی بات سُنانے کی خواہش میں تمہارے چہروں پر جو لجاجت ناچ رہی تھی،
اس کو دیکھ کر میں ہنسنے پر مجبور تھا"

گوش نیوش

"باؤجی ، تھیلے کو ٹوکری میں ڈال لیں!"

"نہیں یہ ہینڈل کے ساتھ لٹکا رہے تو بہتر ہے"

"اس گٹھڑی کو رسّی کے ساتھ باندھ لیں، ورنہ رستے میں گِر جائے گی"

"نہیں، کیریر مضبوط ہے"

"باؤجی، بچے کو آرام سے بٹھالیں، آگے زیادہ رش ہے"

"نہیں ، بچّہ سمجھدار ہے"

"وہ تھیلا گِرنے لگا ہے"

"نہیں گِرے گا۔ مَیں دیکھ رہا ہوں"

"آپ اسے ڈِکی میں ڈال لیتے تو زیادہ بہتر تھا"

"تم میری فکر مت کرو ، اپنی ریڑھی ہٹاؤ آگے سے"

"باؤجی بہت رستہ ہے، اِدھر سے نکل جائیں کافی جگہ ہے"

"رستہ ہوتا تو اتنی دیر تک مَیں تمہاری نصیحتیں سُنتا؟ ہٹاؤ آگے سے ریڑھی"

دیوانہ بکار خویش

مَیں نے اس شخص سے بحث کرنے کی ہمت کبھی نہیں کی، جو کہ ٹی وی
اسکرین پر ایک خوبصورت سی اناؤنسر کو دیکھ کر کہہ رہا تھا
یہ میرے لئے مسکرائی ہے

اتمامِ حُجت

وہ اپنے ضمیر کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں ہُوا اس دن جب وہ کار چلاتا جا رہا تھا اچانک کہیں سے ایک کُتّا دوڑتا ہُوا آیا اور کار کے پہیئوں میں بُری طرح کُچلا گیا۔ کار تیز چلانے پر اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے ہی لگا تھا کہ اسے خیال آیا کُتّا جس انداز سے بھاگ کر کار کے سامنے آیا ہے اس نے تو یہی پتہ چلتا ہے جیسے وہ خودکشی کرنے آیا ہو۔

اور یہ سوچ کر اُس کا ضمیر مطمئن ہوگیا۔

شناختی کارڈ

نشے کی طلب شدید ہونے لگی تو خیالوں کو منتشر کرنے اور دل بہلانے کے لئے وہ گھر سے نکلا اور گھومتے پھرتے ندی کنارے جا پہنچا — وہاں اُس نے دیکھا، ایک شخص گہرے پانی میں بہت بے چارگی کے عالم میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ سخت سردی کی پرواہ کئے بغیر اس نے ندی میں چھلانگ لگادی

تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص مشکُور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

صاحب مَیں بہت غریب آدمی ہوں، اتنا غریب کہ شکریہ ادا کرتے ہوئے بھی شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔

نہیں نہیں، مَیں نے کسی لالچ میں تھوڑے ہی جان بچائی ہے —کیا نام ہے تمہارا؟

جی، جوزف مسیح

اچانک اسے ایک خیال سوجھا

تمہارا شناختی کارڈ ہے تمہارے پاس؟

ہاں صاحب جی!

تم میرا ایک کام کرسکتے ہو؟

حُکم کریں آپ!

اور اس نے اپنا حُکم سُنا دیا

اور پھر شام کو جب وہ اس کی لائی ہوئی بوتل خالی کرکے ایک طرف پھینک رہا تھا تو بہت مزے کے عالم میں وہ سوچ رہا تھا

نیکی واقعی رائیگاں نہیں جاتی۔

رینگر

اس کے ساتھیوں نے اسے جھنجھوڑا
بھرے پیٹ کو ٹھوکے دیئے، لیکن اس کی خُمار آلود پلکیں چپکی ہی رہیں اور اس
کے ساتھیوں کی صدائیں بے اثر گئیں۔
بیزار ہوکر اس کے ساتھی اُسے چھوڑ کر آگے چل دیئے اور جب اس کا پیٹ
خالی ہوگیا خُمار اُترا، اور اس کے پپوٹے کھنچنے لگے تو آنکھیں کھولے بغیر چلّایا ہم سب
بھوکے ہیں۔

مُعاف کرنا

معاف کرنا، مَیں نے اس بھکاری کا صرف کشکول ہی نہیں توڑا اُسے دھکے بھی دیئے ہیں۔

مُعاف کرنا، مَیں جارح یا بد مزاج نہیں ہوں، مَیں تو بہت نرم دل ہوں۔ ابھی پچھلے ہے موڑ پر میں نے ایک بھکاری کو دو روپے دیئے تھے۔

معاف کرنا، دو بھکاریوں سے دو مختلف روّیے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے میں خود تو پوری طرح سمجھتا ہوں۔

مُعاف کرنا، میں نے جس بھکاری کو دَھکے دیئے ہیں وہ میرا بچپن کا ساتھی بھی ہے، بچپن میں جب ہم سب نیلی نیکر اور سفید قمیض پہن کر گیند بلّا کھیلنے نکلتے تھے وہ بھی کہیں سے اپنے باپ کی میلی سی بنیان پہن کر آدھمکتا تھا اور ہمارے کھیل میں شامل ہو جایا کرتا تھا۔

معاف کرنا، بچپن کے ساتھی کے ساتھ کوئی بھی ایسا سلوک نہیں کیا کرتا لیکن وہ تو بچپن میں ہم سے میٹھی گولیاں اور بسکٹ چھین کر کھا لیا کرتا تھا۔

معاف کرنا، مجھے بس یہ خیال آگیا تھا کہ آج اگر اس کے بھی ہاتھ اپنی ضرورتوں پر جھپٹے نہیں، کشکول تلے دب گئے ہیں تو کل کلاں کہیں میری بغل میں بھی کشکول نہ آجائے۔

معاف کرنا، اگر یہ سب کچھ جان لینے کے باوجود بھی آپ مجھے معاف کرنے پر تیار نہیں تو مجھے آپ کی معافی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔

غریب کی عید

خط میں یہ پڑھ کر دُکھ ہُوا کہ عید کے دنوں میں بارشیں ہوتی رہیں اور گھر کی چھتیں رِستی رہیں۔

اماں جی! مَیں جس بلڈنگ میں رہتا ہوں، وہ اتنی مضبوط ہے کہ بارش کے دنوں میں اس کی چھتیں تو خیر کیا رِسیں گی، دُکھ سُکھ کے موسم میں جذبے بھی دیواروں سے نہیں رِس پاتے۔

اس دفعہ عید کے دن پڑا سوتا رہا کہ اوور ٹائم نہیں مل سکا تھا — نہ کوئی آیا نہ کسی نے جگایا، سوچا تھا ان دنوں کے اوور ٹائم کے پیسے چھتوں کی لپائی کے کام آجائیں گے، بہر حال اُمید ہے آئندہ برسات سے پہلے پہلے مَیں کچھ نہ کچھ کرلوں گا بس آپ کی دعائیں میرے ساتھ رہیں۔

⧈

ہر دُکھ کے بعد سُکھ آتا ہے
لیکن ایک دن کی عید تیس روزوں کے بعد ہی آتی ہے

⧈

آج پھر اُدھر سے کسی ڈوبتے شخص کی چیخیں اُبھر رہی ہیں اور مَیں اُسے ڈوبنے سے بچا نہیں سکتا تو مَیں اُدھر کیوں دیکھوں

لیکن اے میرے خُدا!

ساحل پر مَیں کب تک منہ موڑے بیٹھا رہوں گا؟

◙

تُجھے اپنے دُکھ پر دنیا والے ہنستے نظر آتے ہیں تو تیرا دُکھ ایسا بھی نہیں جس پر تو خود نہ ہنس سکے۔

◙

بستی کے سبھی لوگوں کو معلوم ہے کہ اُس پرانی حویلی میں شعلوں کی ایک تصویر ٹنگی ہوئی تھی۔ پھر بھی بہت سے لوگ اس حویلی کے اچانک جل جانے کو ایک معمہ سمجھنے پر مصر کیوں ہیں؟

◙

شاہدولہ کے چُوہے

قوم کی بگڑتی ہوئی حالت کے تجزیے پر با اقتدار ٹولہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اِدھر اُدھر سے آئے ہوئے خیالات کی وجہ سے جو پراگندہ خیالی پیدا ہوئی ہے، اُس کا سدّباب کیا جائے اور نئی نسل کو اپنے اور صرف اپنے ہی نظریات کی روشنی میں تربیّت دی جائے۔

یہ سوچ کر سرحدیں بند کردی گئیں، فضا میں تنگ نظری کا چھاتہ تان دیا گیا اور زور شور سے نئی نسل کی تربیّت کا کام شروع کردیا گیا۔

وقت کا پنچھی اُڑتا رہا اور اُس کے پَروں سے جھڑنے والی گرد چھاتے پر گِرتی رہی اور جب ایک دن وہ چھاتہ گرد کے بوجھ تلے دب کر گِر پڑا تو اڑوس پڑوس کے لوگوں نے دیکھا، وہاں بچّوں کی ایک بہت بڑی قوم آباد تھی ۔ تیس سال میں ایک بچّہ بھی جوان نہیں ہو پایا تھا۔

فتویٰ

ملحدانہ نظریات رکھنے کے الزام میں اُسے نوکری سے جواب دے دیا گیا۔ ایک دوست جو اُس کی مالی حیثیت سے واقف تھا، گھبرا کر بولا اب کیا ہو گا؟

اور وہ بولا — ''اللہ مالک ہے''

اندھیرے کا ساتھی

سایہ جب ہر طرف پھیلنے لگا تو مَیں گھبرا اُٹھا اتنے میں ایک آواز آئی

" اس تاریکی سے کیوں ڈرتے ہو — یہ تمہارا ہی سایہ ہے جو چاروں طرف پھیل گیا ہے"

مجھے یقین نہ آیا

وہ آواز میرے کانوں میں پھر آنے لگی۔

" سنو — جب سورج تمہارے سر پر تھا، سایہ تمہارے قدموں میں تھا۔ سُورج ڈھلتا گیا — اور تمہارا سایہ بڑھتا اور پھیلتا گیا — اب سُورج چُھپ گیا ہے تو تمہارا سایہ آفاق میں پھیل گیا ہے"

" لیکن سُورج کہاں ہے " اب مجھے کچھ کچھ یقین آنے لگا تھا " سُورج خود تم میں چُھپ چلا ہے ، اسی لئے تو یہ سایہ تمہارے چاروں طرف ہے"

یہ سُن کر مَیں مطمئن ہوگیا

اور پھر مَیں نے مشرق سے سُورج کو اُبھرتے دیکھا مجھے حیرت سی ہونے لگی

" وہ آوز جُھوٹ تھی کہ سچ " — مَیں نے سُورج سے پوچھا اور جواب میں جھلملاتی کرنیں کہنے لگیں

" وہ آوز جُھوٹ تھی کہ سچ، تم پر وہ تاریک دور تو اچھا گزرا — کیا یہ عنایت اُس آواز کی، تم بُھول جاؤ گے؟"

اندر کا آدمی

کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے میں کسی سے نہیں ڈرتا اور یہ سوچ کر مجھے جانے کیوں اپنے آپ سے خوف آنے لگتا ہے۔

قُربت

تم میری تعریف نہ کرو، تو کیا ہوا
اپنی تعریف مَیں تم سے زیادہ بہتر طور پر کرلوں گا تمہاری نسبت مَیں خود کو زیادہ قریب سے جانتا ہوں۔

برداشت

بابا ٹھیک ہے، میں داڑھی والا ہوں لیکن بار بار داڑھی والا داڑھی والا تو نہ کہو آخر برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

نظریات کی سچائی صرف کردار اور عمل پر موقوف ہوتی تو تم ہماری صف میں کھڑے ہوتے اور مَیں تمہاری صف میں۔

فاصلے عدالت ہیں

ہم تم دوست ہیں کہ دشمن
اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے
اور جب یہ بات ہم جان لیں گے
اس وقت ایک دوسرے کو بتا نہیں سکیں گے
اس وقت ہم تم بہت بہت دور ہوں گے

جُرمِ وجُودیّت

ہَوا کی مُٹھی میں پُھولوں کی نچی ہوئی پتیاں دیکھ کر زمین پر پڑے زرد پتوں نے کانٹوں کی طرف حیرت سے دیکھا۔

خاموش کانٹے بول اُٹھے
ہم خاموش ہیں تو بھی مُجرم ٹھہرے ہیں
اور جب شبنم ہماری قسمت پر روئی تھی
پُھول ہنس پڑے تھے، تم حیران نہیں ہوئے تھے؟

دیمک زدہ پیڑ

آتے جاتے نے اُسے دیکھا لیکن بھوک میں بُجھی اس کی نگاہیں کسی کے دل میں نہ اُتر سکیں اور وہ بستی کے اک کونے میں بُھوکا پیاسا پڑا رہا۔

تیسرے دن بستی میں شادیانے بج رہے تھے، چند آدمی اس کے پاس آئے اور پچاس روپے اُس کی نذر کر گئے۔

وہ حیران ہوکر پوچھنے لگا — تم نے تین دن تک تو میرا حال بھی نہیں پوچھا اور آج اتنا نواز رہے ہو"؟

اُن میں سے ایک بولا — "ہاں آج ہماری بستی میں شادی ہورہی ہے اور شادی بیاہ پر پردیسیون کو خوشی میں شامل کرنا ہماری روایت ہے"۔

◼

ضرورت ، ضرورت کی ماں ہے

اور پھر یُوں ہوا کہ ہر طرف ہُن برسنے لگا افلاس ختم ہوگیا لوگوں نے چوری چکاری چھوڑ دی گھروالوں نے سوچا، اِس کُتّے کو گھر سے نکال دینا چاہیئے کہ اب یہ سایوں پر بھونکتاہے اور کُتّے کو نکال دیا گیا۔

اور پھر یُوں ہوا، غلّہ وافر مقدار میں پاکر گھر کے بڑے گودام میں چُوہے پیدا ہوگئے اور بڑھتے اور پھیلتے ہی گئے چُوہوں سے تنگ آکر گھر والوں نے سوچا، بلّی پال لی جائے،

اور بلّی پال لی گئی

اور پھر یُوں ہوا کہ چُوہے ختم ہونے لگے، بلّیاں بڑھنے لگیں، ایک دن چُوہے بالکل ختم ہوگئے اوربلّیاں گھر کی مُرغیوں پر ہاتھ صاف کرنے لگیں۔

اور گھر والوں نے سوچا، کُتّا بہت ضروری ہے اور کُتّے کی تلاش شروع ہوگئی۔

غدّار

باہر چوہا کھڑا کہہ رہا تھا

" مرغ میاں تم ذرا اس ڈربے کی کنڈی پر ایک دو ٹھونگیں مارو — اور ہم تمہارے لئے گودام کی بوری میں سوراخ کر دیں گے"۔

مُرغ نے ڈربے کی درز میں سے جھانکا، باہر چُوہوں کی پوری پلٹن کھڑی تھی،

مُرغ بولا — " چُوہے میاں، مجھے لالچ مت دو، مَیں تمہارے بھرّے میں آنے والا نہیں — مجھے معلُوم ہے، کنڈی ذرا بھی کُھل گئی، تو اندر آکر تم ہمارے انڈے پی جاؤگے "۔

چُوہا بولا — " نہیں نہیں — ہم تم سے صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ تُم ڈربے کی کنڈی پر ایک دو دفعہ ٹھونگیں مارو، ہم تمہارے لئے اتنی بوریوں میں سوراخ کر دیں گے اور اتنا دانہ بکھیر دیں گے کہ تمہاری مُرغیاں اور تم ساری عمر کی مشقّت سے بچ جاؤگے"۔

مُرغ بانگ دار آواز میں بولا — " اوئے چُوہے کیا تم سمجھتے ہو، مَیں لالچ میں آکر اپنے اپنے انڈوں کا سودا تم سے کرلوں گا میں وہ نہیں جو اپنے مزے کے لئے آنے والی نسلوں کا سودا کر لیتے ہیں مَیں یہ انڈے پھوڑ سکتا ہوں لیکن آئندہ نسل سے غدّاری نہیں کر سکتا"۔

تم جھوٹ کہتے ہو — چُوہا بولا

اور مُرغ نے اپنے قول کی صداقت ثابت کرنے کے لئے کابکُوں میں پڑے انڈے توڑنا پھوڑنا شروع کر دیئے۔ کڑک مرغیاں کٹکٹاتی اور شور مچاتی رہ گئیں۔

جواز معرفت

ایک گیدڑ شہر کو جا نکلا — اور پھر بھاگم بھاگ واپس جنگل میں آ پہنچا، اور چیخ چیخ کر اپنی برادری سے کہنے لگا۔

"گیدڑ بھائیو — مجھے حیرت ہے کہ شہر میں اتنا مشہور کیسے ہوگیا —،

گیدڑوں نے پوچھا — "تم اور مشہور؟"

وہ بولا — "ہاں، آج میں شہر کو گیا تھا۔

مَیں تو وہاں کسی کو نہیں جانتا تھا، لیکن مَیں جدھر سے گزرتا تھا، لوگ انگلیاں اُٹھا اُٹھا کر کہتے تھے، وہ دیکھو گیدڑ جا رہا ہے"۔

(لوک روایت سے ماخوذ)

سوشل ورکر

لالو دھوبی دریا سے کپڑے دھوکر لا چکا تھا اور کپڑے استری ہونے تک تینوں گدھوں کو فراغت تھی ۔ دھوبی نے صُبح ہی صُبح تینوں کو کُھلا چھوڑ دیا۔ گاؤں کی گلیوں میں اب وہ تینوں کُدکڑے مارتے جا رہے تھے، اچانک اُن میں سے ایک بولا "وہ دیکھو، گاموں ترکھان آرہا ہے اور ہماری طرف گُھور گُھور کر دیکھ رہا ہے"۔

"یقیناً اُسے پھر گندم پسوانی ہے، بھاگو"۔

دو گدھے سرپٹ دوڑے لیکن تیسرا بڑے آرام سے چلتا گیا — بھاگتے ہوئے ساتھیوں نے آواز دی تو وہ بولا، "اِدھر اُدھر بیکار پھرنے سے بہتر ہے، بیگار میں کسی کی خدمت ہی کرلی جائے"۔

گاموں ترکھان نے اس گدھے پر گندم کی بوری لادی اور آٹا پسوانے چل دیا۔ اپنا کام نپٹانے کے بعد لات مار کر اسے بھگا دیا۔

تھکا ہارا، وہ جا رہا تھا کہ دُلّے کی نظر اس پر جا پڑی — اُس نے اسے کانوں سے پکڑا گھاس کا گٹھڑا لادا اور گھر کو روانہ ہوگیا۔ گٹھڑا گھر میں پھینکا گدھے کو چھوڑ دیا اور اسے تیز دوڑانے کے لئے ایک لات جمادی۔

یہاں سے فارغ ہوکر وہ شیدے کمھار کے گھر کے سامنے سے گزرا تو شیدے کو یاد آگیا گھڑے کہیں پہنچانا ہیں — اس نے اس گدھے کو پکڑا گھڑے لادے اور اپنا کام بھگتانے چل پڑا۔

رات بھر وہ گدھا ایسی ہی خدمات انجام دیتا رہا اور جب وہ گھر پہنچا لالُو دھوبی جو اُسے اِدھر اُدھر تلاش کرکے تھک چکا تھا ڈنڈا لئے اُس کا منتظر تھا۔

اور جب اس کی ننگی پیٹھ پر تڑاتڑ ڈنڈے برس رہے تھے تو بھوکے پیٹ سے وہ سوچ رہا تھا، دوسروں کی خدمت کرنے میں قُربانی تو دینا ہی پڑتی ہے۔

نیکی بنام کھاتہ

صاحب صدر ۔ مختلف مقررین نے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ ہم جن مسائل سے دو چار ہیں ان کی وجہ سے ہم آنے والی نسلوں کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔

صاحب صدر، میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں، واقعی ہم ان کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر سکتے، لیکن آئندہ نسلوں کی بہتری کے لئے کم از کم ہم انہیں پیدا ہونے سے تو روک سکتے ہیں
لیکن اپنے اس خیال کو عمل میں لانے کے لئے اصرار میں اس لئے نہیں کرتا کہ اگر ان کی بہتری کے لئے صرف یہی کچھ کیا گیا تو انہیں ہمارے احسان کی خبر کیسے ہوگی۔

لنگوٹ

پاؤں پھیلاتے وقت چادر، ہمیشہ آڑے آتی ہے، سمجھدار لوگ چادر کا لنگوٹ بنا لیتے ہیں

کامیاب لوگ

دیکھ لینا، وہ کمزور آدمی اس دفعہ بھی ہم سے جیت جائے گا
پہاڑی سے اترتے وقت، خود کو پیچھے پاکر اس نے لڑھکنا شروع کر دیا ہے۔

عرفان

تم میرے پڑوسی ہوکر مجھ سے کبھی نہیں جیت سکوگے
یاد رکھو میں بہت کمزور سہی — لیکن میں اپنے گھر کو آگ لگا دینے کی ہمت رکھتا ہوں۔

محتاط

وہ شخص اتنا محتاط ہے کہ سائیکل بھی فٹ پاتھ پر چلاتا ہے۔

غیرت کی عُمر

نوجوان لڑکے نے عُمر رسیدہ شخص کی طرف دیکھا اور سوچا واقعی لاعلمی بھی بعض اوقات کتنی نعمت ثابت ہوتی ہے اب اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ مَیں اس کی بیٹی سے فلرٹ کر رہا ہوں تو بے چارہ غیرت سے مرجاتا

اور جہاں دیدہ عمر رسیدہ شخص سوچ رہا تھا

وہ نالائق لڑکی اس نوجوان کو بھی شادی پر مجبور نہ کرسکی تو مناسب رشتے کے لئے جانے اور کتنا انتظا کرنا پڑے؟

دُوسری بار کی ہوس نہیں

اس دن مجھے وقت کے دھارے کو اُلٹے رُخ بہادینے کا اختیار مل رہا تھا۔
ایک لمحے کے لئے مَیں نے گزرے وقت کے بارے میں سوچا تو مجھے وہ لمحے بھی یاد آنے لگے جو مروّت میں نبھانا پڑے تھے۔

اور مَیں نے یہ اختیار واپس کردیا۔

دھرتی کا احسان

ایک پن چکّی شکایت کے انداز میں کہہ رہی تھی

" میرے پاؤں اس زمین نے پکڑ نہ رکھے ہوتے تو مَیں اب تک دنیا کے دوسرے سرے تک گھوم پھر کر اپنا نام پیدا کر چکی ہوتی"

یہ سُن کر تیز پانی کا تُند ریلا غُرّایا

" تمہارے پاؤں زمین میں نہ ہوتے، تو ہم تمہیں اُٹھا کر دریا کے پاتال میں نہ پھینک آتے؟"

باغی کِردار

جو لوگ مجھے کہانی کار کی حیثیت سے جانتے ہیں، اُن کا خیال ہے مَیں کتنا ہی مجبُور اور بے کس سہی، کم از کم مجھے یہ قدرت تو حاصل ہے کہ مَیں کہانی کے کِرداروں کا جو انجام چاہوں، دکھادوں۔

لیکن انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ وہی کردار جنہیں میں جنم دیتا ہوں، پروان چڑھ کر میرے ہاتھوں سے یُوں نکل جاتے ہیں جیسے اولاد جوان ہوکر والدین کے ہاتھوں سے، اور وہ اُسی انجام کو پہنچتے ہیں جو اُن کی اپنی منطق کے مطابق ہو۔

کبھی کبھی مَیں سوچتا ہوں، خُدا بھی کہانی کار تو نہیں؟

ادراک

مَیں ہر اُس شخص کا احسان مند ہوں
جس نے یہ جان کر کہ وہ لکھنا نہیں جانتا کچھ نہ لکھ کر لوگوں کو پڑھنے کی زحمت
سے محفوظ رکھا ہے۔

ایک دفعہ مَیں نے ارادہ کرلیا تھا کہ جب مَیں کسی سے بہت خوش ہوں گا یا
کسی پر ناراض ہوں گا، قلم کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا
اور مجھے یاد ہے میں بہت دنوں تک ایک حرف بھی نہ لکھ سکا۔

میرے ساتھ ٹریجیڈی یہ ہے
ک ہ وہ بھی میری باتوں کو سچ کے گز سے ناپتا ہے جس نے کلاتھ مارکیٹ میں بھی
اپنی دکان کے سائن بورڈ پر لکھوا رکھا ہے
کپڑے کی واحد دکان

تخریب کار

ایک اخبار نے اپنے اداریے میں لکھا

آج کل کچھ تخریب کار افواہیں پھیلانے میں مصروف ہیں معیشت کے بارے میں غلط سلط اعداد پیش کر کے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مہنگائی بڑھ گئی ہے محب وطن اور امن پسند عوام کو اُن کے مذموم ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

اُسی اخبار کے ایک کونے میں اخبار کی انتظامیہ کی طرف سے یہ اعلان بھی چھپا تھا

بعض ناگزیر مجبوریوں کی بنا پر ہم اپنے اخبار کی قیمت میں اضافہ کرنے پر مجبور ہیں۔ کل سے ہمارے عام ایڈیشن کی قیمت پچھتر پیسے کی بجائے ایک روپیہ ہوگی۔

قلم کی کاٹ

ایک ایڈیٹر نے اپنے اخبار کے سیاسی رپورٹر کو دُرشت لہجے میں کہا تھا:۔

مسٹر تمہارے قلم کی کاٹ بہت بڑھ گئی ہے، اتنی بڑھ گئی ہے کہ جب تم لکھتے ہو، کاغذ پھٹ جاتا ہے آئندہ یا تو بال پین کے ساتھ لکھا کرو، یا اپنے پُرانے پین کی نِب تبدیل کراؤ۔؛

■

مقدّر

وہ ہفتے میں صرف ایک دن کا اخبار دیکھتا ہے، یہ پڑھنے کے لئے کہ یہ ہفتہ کیسا رہے گا۔

اور وہ کہتا ہے میں ستاروں کے اثرات میں یقین نہیں رکھتا، مَیں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں مجھے اس ہفتے کن باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہیئے۔

■

نفیِ ذات

سوال مَیں اپنی مرضی کے پوچھوں گا، جواب تم اپنی مرضی کے دو اور اگر تم چاہتے ہو، سوال مَیں تمہاری مرضی کے پوچھوں تو تمہیں جواب میری مرضی کے دینا ہوں گے۔

آنکھیں

بینائی چھن جانے کے بعد وہ بولا:۔

" آنکھیں تھیں تو وہ نظر نہیں آتے تھے

جنھیں دیکھنے کو جی ترستا تھا

آنکھیں نہیں رہیں تو وہ بھی نظر نہیں آتے جنہیں دیکھ کر جی بیزار تھا اسی لئے

تو آنکھیں یاد آتی ہیں"۔

تقدیر

اُس بے صبرے کی قسمت ہی ایسی ہے

ہر میدان میں ناکامی اُٹھانے کے بعد اُس نے حجّام بن جانے کا سوچا

تو لوگوں کے بال اُگنا ہی بند ہوگئے

حلالہ

وہ بہت مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے اس نے ایک مرتبہ یہ فیصلہ کیا تھا کہ
آئندہ وہ جب تک دفتر میں رہے گا۔
سگریٹ بالکل نہیں پئے گا
اور اب وہ دفتر میں بہت کم بیٹھتا ہے۔

◙

کتنی عجیب ہے اس شخص کی زندگی جس کی دادی اور نانا ایک ہی گھر میں رہتے ہوں۔

◙

ظرافتِ ستم

نہ جانے لوگ اس سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ وہ تو بہت صاف دل ہے وہ
کسی سے جو زیادتی بھی کرتا ہے اسے دوسرے دن ہی بُھول جاتا ہے۔

جیسی روح ویسے فرشتے

" ہیلو کمپلینٹ ، پلیز دیکھئے مَیں ایک نمبر پر بڑی دیر سے رنگ کر رہا ہں رنگ جاری ہے کوئی اُٹھاتا ہی نہیں — دیکھئے کہیں نمبر تو خراب نہیں؟"

" آپ کس نمبر سے بول رہے ہین؟"؛

" سیون ایٹ سیون ایٹ سیون سے

" اور کس نمبر پر رِنگ کر رہے ہیں آپ؟"

" سیون ایٹ سیون ایٹ سیون پر!"

" وہ نمبر خراب ہے صاحب ، کمپلینٹ درج کرلی ہے"

" شکریہ"

" شکریہ"

سائنس کے سائے

اس دن بازار میں ایک چِڑی مار کی دکان پر میں نے ایک خوبصورت تیتر دیکھا اور وہ مجھے اتنا پیارا لگا کہ بغیر سوچے سمجھے مَیں نے اسے خرید لیا۔

دوسرے دن صبح دفتر کے لئے تیار ہونے لگا تو مجھے خیال آیا اکیلے گھر میں یہ بُھوکا پیاسا مر جائے گا کہ مَیں اپنی مجبُوریوں کی بنا پر رات گئے لوٹتا ہوں۔ مَیں نے اس دن دفتر سے چُھٹی لے لی۔ تیتر کا ایک بڑے سائز کا کلر فوٹو بنوایا — اور تیتر پاس کے فلیٹ والوں کو دے دیا۔

اب رات گئے مَیں لوٹتا ہوں تو اپنے کمرے میں لگے فوٹو کو دیکھ کر اور صبح پڑوس سے اس کی آواز سُن کر خوش ہو لیتا ہوں۔ سوچتا ہوں کسی دن اس کی آواز ریکارڈ ہی کرلوں تاکہ پڑوس کے جھنجھٹ سے بھی جان چھوٹ جائے۔

وارننگ

میرے ہاتھ اگ رہے ہیں
تم انہیں پھر سے کاٹنے کے لئے تیار ہو رہے ہو مَیں نے اس بار اپنے ہاتھ
بہت مشکل سے بوئے تھے اور اس بار تم نے میرے ہاتھ کاٹے
تو میرے پاؤں بھی کاٹنا ہوں گے
ورنہ میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا
اور میرے پاؤں میں تمہارا پاؤں بھی ہے

شرط

کسی کو پیٹنے کی بجائے کسی سے پٹ جانا
مَیں ضرور پسند کروں گا بشرطیکہ مجھے کوئی مظلوم سمجھنے والا بھی ہو۔

مُفاد

کیا تم اُس اندھے کو جانتے ہو؟
وہ اپنے گاؤں سے پڑوس کے گاؤں میں بھی نہیں گیا
اور وہ ریل کی سیٹی سُن کر خوش ہونے لگتا ہے اس نے کہیں سے سُن رکھا ہے
اندھے ریل گاڑی میں مفت سفر کر سکتے ہیں۔

جنریشن گیپ

جنّت میں ہر طرح کی بے فکری پاکر آدم نے حوّا کی آرزو کی تھی اور ابنِ آدم بنتِ حوّا کی انگلی تھامے جنّت کے گمشدہ دروازے کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے

سچ کے درمیان

مجھے مرنا ہے، یہ ایک حقیقت ہے
لیکن مَیں مرنا نہیں چاہتا، یہ بھی ایک حقیقت ہے
اور باقی ہر حقیقت انہی دو کے درمیان بکھری ہوئی ہے۔

پوز

وہ بولا ، مجھے نیند صرف اس وقت نہیں آتی
جب مجھے سخت غصہ آرہا ہو
اور میرے ساتھ خوش قسمتی یہ ہے کہ مجھے غصہ شاذونادر ہی آتا ہے
مجھے غصہ صرف اس وقت آتا ہے، جب نیند نہ آرہی ہو۔

⧈

جب سے تم گئی ہو
میری ڈائری کے اوراق سفید ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

⧈

لوٹ پیچھے کی طرف

عمر چُھپانے کے معاملے میں وہ خاتون سب سے سبقت لے گئی — جو کہہ رہی تھی۔
"بھئی، شکل و شباہت کے معاملے میں تو مَیں بالکل اپنی بیٹی پر گئی ہوں۔

⧈

جُوئے شِیر

ہم میں سے اکثر لوگ رات کے وقت دیا سلائی جلاکر آسمان میں تارے
ڈھونڈتے رہتے ہیں، یہ بات مجھے آغا نے بتائی تھی
وہی آغا جو سوشلزم کی تلاش میں امریکہ چلاگیا ہے

لوگ

اُس دن وردگ کو مَیں نے اپنا راز بتایا یار میں بہت کمینہ ہوگیا ہوں ۔ مجھے
انسانوں سے بہت محبّت تھی اور اب مجھے ان سے نفرت ہونے لگی ہے
وردگ بولا، تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔ مجھے دیکھو، میں نے انسانوں سے محبّت
بھی کی ہے اور نفرت بھی اور عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گنواکر اب معلوم ہوا ہے
یہ بے چارے نہ تو محبّت کے قابل ہیں اور نہ ہی ہماری نفرت سہہ سکتے ہیں

دوستی اِک مجبُوری

دوستی کا درخت
نہ چھاؤں نہ پھل
نہ ہی وہ تختہ، جس پر دُکھ کا دریا پار ہو
نہ ہی وہ ایندھن جو سردی میں کام آئے
دوستی کا درخت
بس جڑیں ہی جڑیں
وہ بھی کُھلی ہَوا میں
پھر بھی باغِ ہستی کا ایک ایسا درخت
کہ اس کی خوشبُو ہوا جیسی
اور ہَوا میں سانس لینا
میری تیری مجبُوری ہے
کہ ہم زندہ لوگ ہیں

مُحبّت

مَیں اسے بے وقوف بنا رہا ہوں
وہ میرے ساتھ بہت سیریَس ہے
وہ میرا مذاق اُڑا رہی ہے
مَیں اسے بہت چاہتا ہوں
ہم دونوں بہت سیریس ہیں
ہم دونوں بس وقت گزار رہے ہیں
جتنے منہ اتنی باتیں — اور تعجب یہ ہے کہ سب کی سب سچ ہیں

وجہِ خلوص

نوجوان بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لئے آئے ہوئے لوگوں کو وہ بتا رہا تھا۔ مروّت اور خلوص کی طاقت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب میرا بیٹا بسترِ مرگ پر تھا ہم سب اس کے گِرد جمع تھے لیکن بے ہوشی کے عالم میں وہ اُسی نرس کو پکار رہا تھا جو ساری ساری رات اس کی تیمار داری کرتی رہی تھی۔

مَیں یہ دیکھنے کہ وہ کون ایسی نرس ہے جو ماں سے بھی زیادہ تیمار دار ہے، ہسپتال جا پہنچا۔ وہ اُداس آنکھوں والی نرس واقعی بہت خوبصورت لڑکی تھی۔

تجربہ

تجربے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں
محبوبہ حسین ہو تو اس کے حُسن کی تعریف کی جاتی ہے، کریکٹر کی نہیں۔

آئیڈیل

بہت سی لڑکیوں نے مجھے اپنے اپنے آئیڈیل کے بارے میں بتایا تھا اور ان کی باتیں سُن کر مَیں خاموش ہوجاتا تھا کہ مَیں کسی کے آئیڈیل پر پورا نہیں اُترتا تھا۔
اور اب وہ میرا نام سُن کر جانے کیوں مجھے ایڈیٹ کہہ دیا کرتی ہیں۔

فرق

بھیّا اور بھائی جان میں کیا فرق ہے، اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب نہ تو بھیّا بنائے جانے کی عمر ہوتی ہے اور نہ ہی بھائی جان بننے کی۔

ڈبل کراس

" اے معزز خواتیں ! مَیں اپنی مرد قوم سے غداری کرکے تمہیں یہ بتانے لگا ہوں

وہ تمہیں لوٹنا چاہتے ہیں

اور اے معزز خواتین — کیا تم میں کوئی ایسی غدار نہیں جو مرد قوم کے مخبر کی اس اطلاع کی تصدیق کرسکے، خواتین لُٹ جانے کو تیار ہیں؟"

دُور اندیش

لڑکیاں گُڈے گُڈی کا پہلا بیاہ رچانے کے بعد سے ہی باپ کے گھر کی چیزیں کونوں کُھدروں میں رکھنا شروع کردیتی ہیں، جہیز کے لئے۔

اس نے پامسٹری سیکھی تھی لڑکیوں کے ہاتھ چُھونے کے لئے — اور اب وہ جنتر منتر پوچھتا پھر رہا ہے اپنا ہاتھ چُھڑانے کے لئے۔

ضبطِ نفس

اپنا ایک ہاتھ وہ میرے ہاتھ میں دے کر دوسرے ہاتھ سے رسیور تھامے فون پر اقبال سے فلم جانے کی باتیں کر رہی ہوتی ہے تو مَیں سوچ رہا ہوتا ہوں۔ وعدے کے مطابق شام کو وہ اس کے ساتھ فلم پر نہ گئی، تو ہم دونوں کتنے خلوص سے روز کی طرح اسی فیصلے پر پہنچیں گے کہ وہ بہت فلرٹ ہے

غم اور خوشی

اس کا ایک محبوب ملتان میں ہے اور ایک کوئٹہ میں۔ اور وہ کہتا ہے
جب مَیں ملتان سے کوئٹہ کے لئے روانہ ہوتا ہوں، روہڑی تک مجھے یہی غم کھائے رہتا ہے کہ مَیں اس سے بچھڑ رہا ہوں — اور سکھر سے مجھے یہ خوشی ہونے لگتی ہے، کوئٹہ اس سے جا ملوں گا۔

عورت زندگی میں ایک بار محبّت کرتی ہے
اور پھر بار بار کرتی رہتی ہے

دُکھتی رگ

تم مُنّی سی ہو

اُوں ہُوں

بالکل گڑیا سی، یا پھر بلّی کی طرح

اُوں ہُوں

اُوں کہ ہُوں

اُوں ہُوں

تمہاری یہی ادا مجھے بہت اچھی لگتی ہے

سچ؟

ہاں، تمہیں میرے علاوہ کسی اور نے بھی کبھی گُڑیا کہا؟

اور کس نے؟ کون کہہ سکتا ہے؟

مطلب ہے تمہاری سہیلیاں وغیرہ

ہاں امی کہتی ہے

اور اُوں ہُوں پر —

اُوں ہُوں

یار ایک بات بتاؤ — پہلے مجھے بالکل لِفٹ نہیں کراتی تھیں — اب کبھی کبھی میری باتیں سُن لیتی ہو

ہُوں

میں اتنا بُرا تو نہیں — مجھے اکثر حیرت ہوتی ہے لڑکیاں مجھے نظر انداز کیوں کر دیتی ہیں

نہیں آپ تو اچھے خاصے ہیں بلکہ — ضرورت سے زیادہ سمارٹ

ویسے تم بتاؤ — تمہیں میری کون سی بات پسند آئی ہے

آپ اچھے ہیں، بس —

پھر بھی

آپ بہت دلچسپ ہیں — سبھی کہتے ہیں — اور تو اور نائلہ اور فرزانہ ،جو کبھی آپ کی فرینڈز تھیں اور اب ناراض ہیں آپ سے، اب بھی یہی کہتی ہیں آپ بہت دلچسپ ہیں

سچ؟

ہاں آپ بہت پاپولر ہیں، آپ کو معلوم بھی نہیں ہو گا کتنے لوگوں میں ——

اچھا! — لیکن، یار، ایک بات میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی — کئی لڑکیاں میری طرف جیسے کھنچ کر چلی آئیں — اور پھر جس طرح لُکن میٹی میں ہاتھ لگاکر کھیلنے والے فوراً بھاگ جاتے ہیں۔ اس طرح بھاگ کر چلی گئیں، اس بات کی مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی۔

نہیں، وہ ایسی ہی ہوں گی — ویسے ذکر وہاں بہت ہوتا ہے آپ کا —

میرا؟ — اچھا مان لیتا ہوں — اس کے علاوہ اور کس کس کا —

اور — اور تو معلُوم نہیں، البتہ ایک وقت میں افضل بھائی کا بہت چرچا تھا —

افضل بھائی؟ — اچھا اچھا یاد آگیا — وہ چلا گیا ہے شاید —

ہاں — افضل بھائی دو تین مہینے سے چلے گئے ہیں

یار ایک وقت میں اس کے ساتھ تمہارا بہت نام لیا جاتا تھا اور تم اُسے بھائی کہہ رہی

ہو —

بالکل بکواس ہے —

بکواس ہوگی، ویسے بہت سے لوگ کہتے تھے —

مَیں چلتی ہوں، پریکٹیکل کا پیریڈ رہ جائے گا۔

لیکن تم تو کہتی تھیں — آج تمہاری مِس پیریڈ نہیں لے رہیں —

جی نہیں — وہ تو کیمسٹری کی مِس نے کہا تھا — مجھے اب یاد آرہا ہے — آج تو بیالوجی کا پیریڈ ہے —

چھوڑو — پیریڈ کو، تم خود پرسوں کہہ رہی تھیں، ایک پیریڈ مِس ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا —

جی نہیں — خدا حافظ

لیکن تم اتنی ناراض کس بات پر ہوگئی ہو — بات سُنو —

جی نہیں، شکریہ

تجاہلِ عاشقانہ

اس دن میں نے دیکھا ایک شکاری چکور پکڑنے کی کوشش میں ہے اور چکور بجائے اڑنے کے اِدھر اُدھر بھاگ کر جان بچا رہا ہے — تو مجھے یقین ہوگیا، چکور واقعی عاشق پرندہ ہے اور عاشق بھی چاند کا۔

⊡

ترکِ تعلق کے باوجود

مجھے نہ تمہاری خوشیوں سے کوئی واسطہ ہے
اور نہ اب میرے دُکھ تمہارے دُکھ ہیں
لیکن تم اب بھی یاد آتی ہو
تو جانے کیوں تمہاری خوشیوں کی وہ تمنا یاد آنے لگتی ہے

⊡

دیوانہ

مَیں شہر بھر کی دیواروں پر اپنا نام لکھتا رہا کہ جانے تم کس راستے سے گزرو
مجھے یہ بھی معلوم تھا
تم بادلوں پر اُڑتی ہو اور کسی بارش کے ساتھ ہی اُتروگی
برسات گزر جانے کے بعد اپنی اس کوشش پر مَیں آج بھی پشیماں نہیں ہوں۔

تشخص کے بعد

حیرت کے بادلوں میں اُسے گم پاکر میں گھبرا اٹھا اور میری بات اُدھوری رہ گئی

اور وہ انتہائی رُکھائی سے بولی

" یہ سب جذباتی باتیں ہیں — جب ہم وہ نہیں بن سکتے جو ہم ہیں تو ہمیں

اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیئے"

اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جانے اسے کیا خیال آیا کہ اس کی پلکیں بھیگ

گئیں۔

تم میرے کیا ہو؟

" مَیں اپنی کلاس میں اوّل رہی ہوں "

" اچھا ! — تمہارے پاس سگریٹ ہیں"

" سگریٹ؟ تمہیں میرے پاس ہونے کی خوشی اور میرے اوّل آنے پر حیرت

نہیں ہوئی؟ "

" اوّل تو کسی نہ کسی کو آنا تھا اور پاس تو اِک نہ اِک دن تمہیں ہونا تھا مجھے

حیرت اور خوشی اس بات پر ہوتی کہ تمہارے پاس میرے لئے سگریٹ بھی ہیں "

تم تجربے سے گزر کر کہہ رہے ہو، اس لئے شاید یہ سچ ہو کہ دوست مشکل میں

کام نہیں آتے لیکن اے دوست — مَیں بھی تو اپنے مشاہدے کی بنا پر کہہ رہا ہوں

— بات ہمارے بس میں ہوتی تو مصیبت تم تک پہنچتی ہی کیوں۔

کم ظرف

جھکتی پلکیں مجھ پر اُٹھیں تو میں بے اختیار بول اُٹھا
" تم کہو تو میں تمہارے لئے آسمان سے تارے توڑ لاؤں "
وادی میں کھلتے پھولوں نے یہ سُنا تو ہنس ہنس کر دوہرے ہونے لگے — میں کھسیانا ہو ہوکر رہ گیا۔ کانٹوں نے یہ دیکھا تو پھولوں سے کہنے لگے ہنستے کیوں ہو، دیکھتے نہیں ہو اس وقت تارے بھی گردنیں جُھکا جُھکا کر ٹھٹکتی نظروں سے انہیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ غلط تو نہیں کہہ رہا۔
مشکور ہوکر میں نے کانٹوں کی طرف دیکھا لیکن اب وہ پھولوں سے کہنے لگے تھے

اور تاروں کے ساتھ تو کانٹے بھی نہیں جو ہماری طرح ان کی حفاظت کر سکیں۔
اور یہ سُن کر پھول احسان کے بوجھ تلے دبنے لگے تھے۔

تعیّن

تم اپنے منتخب کردہ راستے پر گامزن ہو اور مَیں اس راستے پر چل رہا ہوں، جہاں
کہ مَیں چلتے چلتے آگیا ہوں
ہم ایک راستے کے راہی تو ضرور ہیں مگر ایک منزل کے نہیں
اگرچہ یہ راستہ ایک اور صرف ایک منزل پر جا ٹھہرتا ہے

روایتیں

واقعی دوست بھائیوں سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن اس دن ایک لمحے کے لئے مَیں نے سوچا دوستوں کی اس ہنستی مسکراتی محفل میں اگر ابھی میرا دم نکل جائے، تو میرے دوست پہلی بات یہی سوچیں گے کہ اس کے بھائیوں کو اطلاع دی جائے تاکہ وہ اسے سنبھال لیں
اس ایک لمحے کیلئے مجھے اپنے بھائی بہت ہی پیارے لگے۔

نباہ

مَیں اس پر رو رہا ہوں کہ حالات نے مجھے تمہارے ساتھ رہنے پر مجبور کردیا ہے اور تم مجھے تسلّی دے رہے ہو،، روؤ مت ، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

زینہ

اس کی سہیلی بولی

تم بہت خود غرض ہو کہ جہیز میں گھر کا ٹیلیفون بھی لے جانا چاہتی ہو — آخر سوچو۔ تمہاری چھوٹی بہنیں بھی ہیں — ان کا کچھ تو خیال ہونا چاہیئے تمہیں —

■

تعاقب

وہ مجھے ملے گی کہ نہیں، یہ سوچ سوچ کر میں تھک گیا ہوں کسی نتیجے پر پہنچنے کی خاطر مَیں نے ٹاس کا سکّہ اُچھالا ہے تو وہ سکّہ ہی اب کہیں میز کے نیچے یا کسی الماری کے پیچھے جا گِرا ہے۔

اور مَیں سوچ رہا ہوں، سکّے کو تلاش کیا جائے کہ نہیں — جانے وہ کس رُخ گرا ہو۔

■

لاٹری

جب میں کہیں یہ پڑھتا ہوں یا کہیں یہ سُنتا ہوں کہیں بہت دُور ہی سہی، ایک خوبصورت لڑکی رہتی ہے تو مَیں خوشی سے کِھل اٹھتا ہوں بس ایسے ہی — اور جب یہ سُنتا ہوں اس کی شادی ہو رہی ہے ۔ مجھ سے نہیں کسی اور سے تو میں جل جاتا ہوں، بس ویسے ہی۔

چٹخارہ

اور پھر وہ انتہائی جذباتی ہوکر کہنے لگی

مری کی سر سبز وادیاں ہوں

پارا چنار کے جُھلستے بھلستے چنار ہوں

ایبٹ آباد کے چیل اور دیودار کے درخت ہوں گلگت کے برفپوش کوہسار ہوں

، ہم تم ہوں، کاغان کے جھیل ہمارے عکس اپنی نیلگوں آنکھوں میں جذب کر رہی

ہو۔

دُور کہیں کوئی ساربان سُرخ اُونٹوں کا گلہ ہانک کر لے جا رہاہو۔

اور اُس کے صحرائی گیت کی لَے پر بے خود ہوکر ہم تم کون (cone) کھا رہے

ہوں۔

تعبیرِ وصال

جب وہ کنوارا تھا، موٹر کار میں اُڑنے کے خواب دیکھا کرتا تھا

آج وہ بیوی کے ہمراہ موٹر سائیکلوں کی قیمتیں پوچھتا پھر رہاہے

اور مَیں اُس دن سے ڈرتا ہوں، جب سائیکل خریدنے کے لئے اُدھار وہ مجھ

سے مانگے گا۔

ریہرسل

"اپنی سہیلی کو کتنا پیار کرتی ہو؟"

"بہت زیادہ" !!!

بہت زیادہ ؟ یعنی سب سے زیادہ؟"

نہیں ایک شخص سے کم "

"کون ایک شخص ؟"

" وہی، جو مجھے کہے مرجاؤ تو مَیں مرجاؤں گی"!

" اوہو، اس طرح نہ کہا کرو، مجھے کپکپی سی ہونے لگتی ہے کسی دن مَیں خوشی سے مرجاؤں گا"

" تم ، تمہارے مرنے سے پہلے مَیں اپنی جان دے دوں، تمہاری ایک معمولی سی خوشی پر اپنی جان نچھاور کردوں اور ۔۔۔۔ اور دیکھنا امّی اس کمرے کی طرف آرہی ہے، انتظار کرنا مَیں تھوڑی دیر میں فُون کروں گی۔ اچھا یاد رہے گا ناں، اس دن بھی تم چلے گئے تھے بُھول کر۔ اچھا خدا حافظ!"

نہ سچّ نہ جُھوٹ

آج مجھ سے یہ بھی سُن لو — مَیں نے تم پر جتنے شعر کہے — وہ جُھوٹ تھے اور شعر مَیں اس لئے کہتا رہا، کہ جو کچھ مَیں کہنا چاہتا تھا، وہ کوئی سُننے کو تیار نہ تھا اپنے حُسن کی جھوٹی تعریف کم از کم تم تو بہت شوق سے سُنتی رہی ہو

اور یہ اعتراف کرتے وقت مجھے پورا یقین ہے تمہیں میری اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ تمہارے حُسن کی تعریف، مَیں اتنی بار کر چکا ہوں اب تمہیں اس کے سوا کچھ سچّ معلوم ہی نہیں ہوگا۔

اور اگر مجھے ذرا بھر بھی شک ہوتا کہ تم اسے سچ سمجھ لوگی تو یقین کرو، میں یہ اعتراف ہرگز نہ کرتا کہ مَیں تمہیں کھونا بھی نہیں چاہتا تم ہی تو ہو جو میری باتوں کو سچّا سمجھتی ہو۔

ہار جیت

وہ مجھ سے ہمیشہ جُھوٹ بولتی رہی اور مَیں سچ سمجھتا رہا، مَیں اس سے ہمیشہ سچ بولتا رہا، اور وہ اسے جُھوٹ سمجھتی رہی اس کا جُھوٹ اور میرا سچ دونوں ہار گئے حالانکہ سُنا یہی تھا۔ ایک کی ہار دوسرے کی جیت ہے۔

بھاگتے چور کی لنگوٹی

یا میں جھوٹا ہوں یا پھر یہ جذبے جھوٹے ہیں دونوں میں سے ایک بات ضرور صحیح ہے تو میری عافیت اسی میں ہے کہ خود کو جھوٹا کہہ دوں ورنہ اس نے تو اپنا دامن کھینچ لیا۔ کہیں اُن لوگوں کی ہمدردیاں بھی نہ کھو بیٹھوں، جو جذبوں کی سچائی میں یقین رکھتے ہیں۔

◘

اچھا ہوا تم یہ وقت آنے سے پہلے ہی چلے گئے کہ تم جو خوشیوں میں میرا ساتھ نہ دے سکے۔

دُکھوں میں میرے ساتھ کہاں ٹھہرتے

یہ اور بات ہے کہ تم نہ جاتے تو شاید یہ دُکھ مجھے نہ اٹھانا پڑتے

◘

ڈِس لِفٹ

آج بہت عرصے کے بعد میں اُس کے گھر کے قریب سے گزرا اور اُس کی گلی کے کُتے مجھ پر نہیں بھونکے

ایک نامعلوم سا احساس مجھے دیر تک کاٹ کھاتا رہا

معرفتِ رائیگاں

میں نے اس کا ہاتھ چُھوا تھا
وہ مسکرا کر بتانے لگی تھی
تمہارے ہاتھ کتنے گرم ہیں اور گرم ہاتھ وفا کی نشانی ہیں
یہ سُن کر میں اتنا خوش ہوا تھا کہ مجھے باقی ہر بات
بُھول گئی تھی
اور آج مجھے یاد آرہا ہے
اس کے ہاتھ کتنے سرد تھے

وقت سے بچھڑا ہوا لمحہ

تم نے مجھ سے پوچھا تھا
جب کوئی کسی سے بچھڑ جاتا ہے
کوئی کیا محسوس کیا کرتا ہے
اُس وقت مجھے معلوم نہیں تھا
وہ کوئی تم ہو
وہ کوئی میں ہوں
آج کہیں سے آن ملو تو شاید تم کو میں سمجھا سکوں
کوئی کیسے روتے روتے ہنس پڑتا ہے۔

بارِ فراق

میرے پیاروں میں سے چند لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں کہ وہ ہر بار میرے ہاتھوں مرنے سے بچ جاتے ہیں — اور وہ اس طرح کہ جب بھی میرا دل اُن کو قتل کردینے کو چاہا ہے، اس وقت وہ میری نظروں سے بہت دُور ہوتے ہیں۔

گھڑے کی مچھلی

محبوب اپنے عاشق کو گھڑے کی مچھلی سمجھنا شروع کردے تو عاشق، عشق کا گھڑا ہی پھوڑ دیتا ہے

حال

تمہارے بغیر مجھ پر جو گزرتی ہے
میں اس سے تمہیں بہت کم بتاتا ہوں
اس خیال سے کہ کہیں تم اسے مبالغہ نہ سمجھو
اور تم نے کہا ہے میں بے وفا ہوں!
تمہیں میں کیا نام دوں؟
کہ تم محسوس نہیں کر سکی ہو تمہارے بغیر مجھ پر کیا گزرتی ہے
مجھے کوئی نام نہیں مل رہا اس لئے ابھی تمہیں پرانے نام ہی سے یاد کر رہا ہوں

عہد

تم میرے ساتھ میری خوشیوں میں ہنس نہیں سکتے
میں تمہارے دُکھوں پر رو تو سکتا ہوں آؤ ساتھ نہ چھوڑیں

بوجھ

اپنے دُکھوں کا بوجھ خود مجھے ہی اُٹھانا ہوگا
کہ میں پاگل نہیں ہوں

یاد

مَیں تمہاری یاد میں کبھی اداس نہیں ہُوا
ہاں جب اداس ہوتا ہوں
تم ضرور یاد آتے ہو

نامرد

اس نے آئینے میں اپنا سراپا دیکھا
سفید بالوں کی لٹ ماتھے پر گر رہی تھی۔
بے اختیار اس کا ہاتھ بڑھا
تو اس نے آئینے میں اپنے ہاتھ کو دیکھا جو مہندی کو ترس گیا تھا۔ سرد آہ کے ساتھ وہ بڑ بڑائی، "خدا کسی کو بزدل عاشق کا انتظار بھی نہ دے، جسے محبوب کی رُسوائیوں کا دھڑکا لگا رہتا ہو"

فراڈ

وہ جان گئی، وہ اس کی نہیں ہو سکتی
اُسے اندازہ ہوگیا، وہ اُسے نہیں پا سکتا
دونوں نے بے تاب ہوکر ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکا
دونوں کو معلوم ہوگیا کہ دونوں کو کیا معلوم ہو چکا ہے
اور چاروں آنکھیں جُھک گئیں۔

حیلہ

اپنی شادی کا دعوت نامہ بھیج کر تم نے پہلی بار میرے جذبات کا خیال کیا ہے
لیکن مجھے افسوس ہے تمہاری خواہش کا احترام میں اس آخری بار نہیں کر سکوں
گا کہ تم مجھے کہیں تو کمزور بھی دیکھو — ورنہ تم ساری عُمر سوچتی پھروگی، پیار کی طاقت
کیسے ہاری؟

■

حرفِ رائیگاں

میرا دوست تمہارے شہر سے واپس آکر مجھے بتا رہا ہے — تم مجھے ابھی تک
نہیں بھولی ہو کیونکہ تم نے اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھ دیا ہے
اور مَیں سوچ رہا ہوں — تم اس وقت مجھے محبوب سمجھتی تھیں کہ برخوردار؟
تم اس وقت بھی میری باتوں کو کبھی تو childish اور کبھی childlike
کہہ دیا کرتی تھیں۔

■

بیداری

میں بڑی دیر سے خواب دیکھ رہا تھا کہ میں مسلسل جاگ رہا ہوں
اچانک مجھے اپنے روم میٹ کی آواز سُنائی دی وہ کہہ رہا تھا
کیا بات ہے کہ سگریٹ پہ سگریٹ پھونکے چلے جا رہے ہو — دھیان رکھنا بستر
نہ جل جائے۔
یہ سُن کر میں گہری نیند تو سوگیا تھا
لیکن اس رات پھر مجھے خواب دکھائی نہیں دیئے تھے۔

امانت

امن اور خوبصورتی کے خواب ہم پر امانت ہیں۔ ان کی تعبیر ہم بھی نہ پا سکے تو یہ امانت آنے والے لوگوں کو سونپ جائیں گے بالکل اُسی طرح۔ جیسے جانے والے لوگ اسے ہمارے حوالے کر گئے ہیں۔

فلرٹ

شیشے کی تتلی اُڑ کر جانے لگی تو پُھول پکارا "لوہے کی باڑ کے گرد مت منڈلانا"
وہ بولی " اُن سے تو میں کھیل رہی ہوں
پیار تو مَیں تم سے کرتی ہوں"
اور وہ ہَوا کے سہارے خار دار باڑ پر ناچنے لگی اور اپنے ناچ پر کانٹوں کو حیران ہوتا دیکھ کر خوش ہونے لگی
ہَوا نے جب اپنا رُخ بدلا، پُھول کی گردن گھومی تو اس نے دیکھا، شیشے کی تتلی کوئی چھناکا پیدا کئے بغیر ہی ٹُوٹ پُھوٹ چکی تھی۔

ریڈیو ٹیپ

تم نے مجھے جو دعائیں دی تھیں، وہ قبول نہیں ہوئیں میں آج بھی تنہا ہوں — اور اُسی موڑ پر بیٹھا تمہیں جاتے دیکھ رہا ہوں
اور مَیں نے تمہیں جو بد دُعا دی تھی، شکر ہے وہ قبول نہیں ہوئی کہ زندگی کے نئے سفر پر فرحاں و شاداں تم رواں دواں ہو — اور تم نے ایک بار بھی مُڑ کر نہیں دیکھا۔

آس

بنتے بگڑتے بادل دیکھ کر آس بندھنے لگتی ہے اُدھر آسمانوں میں بھی کچھ ہو رہا ہے

احساس

میرا احساس ایک پتنگ کی مانند ہے جس کی ڈور پرائے ہاتھوں میں ہے لیکن مَیں اُن کے اشاروں پر پیچ لڑوں، شکر ہے! ایسا بھی نہیں۔

مجھے کئی بار خیال آیا۔ دیکھا جائے جب آئینے کے سامنے کوئی نہیں ہوتا، آئینے میں کیا ہوتا ہے یہ سوچ کر آئینے میں جب بھی جھانکا، مجھے سراب ہی سراب نظر آئے اور جب ان سرابوں کی حقیقت میں جھانکنا چاہا، اپنے ہی حیران عکس ملے

ٹریجیڈی

اچھی باتوں کے ساتھ ٹریجیڈی یہ ہے کہ وہ خوبصورت بھی ہوتی ہیں — عام نظریں اُن کی خوبصورتی میں اٹک کر رہ جاتی ہیں اور انہیں چٹکلے سمجھ کر پڑھا اور سُنا جاتا ہے۔

پسِ لفظ

تُونے بادام کے درخت پر پُھول کِھلتے دیکھے ہیں؟

نہیں؟

تو یقین کرلے کہ یہ تیرے لئے اچھا ہے
کہ وہی پھول جو موسم کی ذرا سی آنکھ مچولی میں کِھلکھلاکر ہنس پڑتے ہیں اِسی ذرا سے کھیل میں اپنا وجُود پھوڑ بیٹھتے ہیں تو بہت دکھ ہوتا ہے
لیکن شاید تجھے دُکھ نہ ہو
پھر بھی تُونے بادام کے پُھول نہیں دیکھے تو یہ تیرے لئے اچھا ہے
یقین کر ان پُھولوں کو دیکھ کر عجیب سی مہک کا احساس ہوتا ہے ایک عجیب ادھورے پن کا احساس، لوگ کہتے ہیں یہی احساس، خوبصُورتی کو محسوس کرنے کا دوسرا نام ہے لیکن ادھورے پن کا احساس وجُود پرچھا جائے تو دُکھ دینے لگتا ہے اور تُونے بادام کے پُھول نہیں دیکھے تو تُو بہت مزے میں ہے۔

لیکن شاید تجھے اس مہک میں بھی اُدھورے پن کا احساس نہ ہو

پھر بھی یقین کر، ان پھولوں کا رنگ تُو اگر دیکھ لے، تیری نگاہوں میں ایسے ایسے رنگ ناچ اُٹھیں کہ تُو پریشان سا ہوکر رہ جائے، حالانکہ بادام کے پھولوں کا رنگ عام سا رنگ ہے، دُودھ کی اس نہر کا سا رنگ، جس میں شہد کی مکھی ایک ایک بُوند شہد ٹپکا رہی ہو۔ اُسے دیکھ کر تجھے ایسے رنگ بھی یاد آنے لگیں گے جنہیں ابھی تک کوئی وجود، کوئی کینوس نہیں ملا اور پھر تُو اُن رنگوں کی تخلیق کے کرب میں مبتلا رہے گا۔ اُس تخلیق کے کرب میں، جو بہت کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں، خاص طور پر اس وقت تو کچھ بھی نہیں جب وہ اپنے خالق کا پتہ نہ دے، تو پھر اُس کرب اور اُس تخلیق کا حاصل کیا ہے۔ تُو یقین کر بادام کے پھول نہ دیکھ کر تو بہت مزے میں ہے

لیکن شاید تجھے رنگوں کا وہ احساس نہ ہو

لیکن پھر بھی یقین کر بادام کے درخت پر کھلتے پھول نہ دیکھ کر تُو زیادہ نقصان میں نہیں کہ انہیں دیکھ کر تجھے یہ سب کچھ محسوس نہیں ہوتا تو تیرا دیکھنا نہ دیکھنا ایک برابر ہے۔

ظفر خان نیازی

کچھ پھول، کچھ کانٹے، کچھ آنسو، کچھ مسکراہٹیں، یہ مت پوچھیئے۔ چوکور پہیوں میں سے انتخاب کرتے ہوئے کس کڑے امتحان سے گزری ہوں۔

شمیم اکرام الحق

اخبار خواتین

واضح ابلاغ کی مثال اس بچے جیسی ہے جس نے بے ساختہ اور بغیر کسی مصلحت کے کہہ دیا تھا، بادشاہ تو ننگا ہے۔

سرمد صہبائی

ان باتوں سے اپنائیت کی مہک آتی ہے کہ یہ مسائل ایک عام آدمی کے مسائل ہیں اور سارے کا سارا فلسفہ آدمی ہی ہے۔

سحر صدیقی

حرمت ،اسلام آباد

مختصر ہیئت میں بر جستہ جملے، خیال کو معنویت لوک دانش کی جدید تمثیل اور اظہار کے فنی پیرائے نے منی افسانے کو اردو ادب کی اہ صنف بنا دیا ہے۔ مختصر نویسی کا یہ فن اردو افورزم میں قابل قدر اضافہ ہے۔ ظفر خان نیازی نے اس فن کو جدید حوالوں کے ساتھ اپنی روایت کے تناظر میں تازگی بخشی ہے —— احمد داؤد

کسی نے کامریڈ کے طویل اداریوں کی طرف اشارہ کیا تھا تو محمد علی جوہر نے کہا تھا ہمارے پاس مختصر لکھنے کا وقت ہی کہاں ہے ——— مختصر لفظوں اور خیالوں میں وسیع اور دقیع سلسلوں اور سانحوں کو سمونے کی ادا، ظفر خان نیازی کی مختصر نویسی، مفتوح لمحوں کو ایک فاتح عہد میں بدل دینے کی آرزو ہے —— محمد اجمل نیازی

چوکور پہیے کی ہر تخلیق میں سوچنے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعہ مل جاتا ہے۔ بعض اوقات واقعے کی ستم ظریفی پر مسکراتے مسکراتے ہم سوچ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں اور بعض اوقات یوں ہوا ہے کہ اتھاہ گہرائیوں کی طرف سفر کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔

احمد ظفر

حیدر ،راولپنڈی

کمال ہنر مندی سے ان بڑے موضوعات کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کے لئے ناول کا کینوس درکار ہوتا ہے۔

منظر امکانی

معیار، کراچی

ایک بار پڑھ لینے کے بعد بھی پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اول تا آخر بے حد دلچسپ اور اپنی وضع کی نئی کتاب ہے۔

انور مقصود زاہدی

ہم صرف دروازوں پر دستک دینے کے لئے نکلے ہیں، لیکن شہر میں کوئی دروازہ کھولنے کو تیار نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے مصلحت کی وجہ سے دروازے بند کر رکھے ہیں۔ لیکن جب فطرت کی قوت دروازے کھٹکھٹانے شروع کردے تو نہ گھر بچتے ہیں نہ دروازے۔ اس کتاب میں بے شمار ایسی سچی اور کھری باتیں ہیں۔

ضمیر نفیس

حیدر ،راولپنڈی

کتاب کے مطالعے کے بعد احساس ہوا کہ اگر آپ مجھے اپنی کتاب نہ بھیجتے تو ظلم کرتے۔ ماشااللہ بیشتر حصہ خوبصورت، گہرا اور معیاری ہے۔

احمد ندیم قاسمی

میں صرف نام کا منصور ہوں جب کہ ظفر خان نیازی سچائیوں کی عفت کے لیے عملی قربانی دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں اس کی ہر تحریر کو آنکھوں سے لگاتا ہوں۔

اعجاز راہی

چوکور پہیئے وہاں تک لے جاتے ہیں جہاں سے آگے چاند تک پہنچنے کا کرایہ سوا روپیہ ہے۔

تاج رئیسانی

آپ کے طویل افسانے پھندے میں جو چیز مجھے سب سے زیادہ پسند آئی ہے وہ آپ کی HUMANISM ہے، آپ کے ہر لفظ سے انسان کی محبت ٹپکتی ہے۔

سبط حسن

نیازی ایک گھمبیر قسم کا فرد ہے۔ وہ کم گو ہے لیکن اس کے نوک قلم سے جو کچھ نکلا ہے اس میں جان ہے حسن ہے، زندگی ہے

ماہر افغانی

موضوعات، بلوچستان کے جغرافیے کی طرح متنوع ہیں اور اظہار بادام کے ان پھولوں کی طرح ہے جو یخ سردی میں بہار کا منظر دکھا رہے ہوتے ہیں۔

عطا شاد

انہیں پڑھ کر ہنسی بھی آتی ہے اور غصہ بھی آتا ہے۔ ہنسی اپنے آپ پر، غصہ دوسروں پر۔

مسعود اشعر

امروز

ایک روز کا ذکر ہے کہ اخبار میں تمہاری تصویر دیکھی، بہت ہی خوشی ہوئی کہ گم شدگان کے کالم میں نہیں بلکہ ادبی کالم میں تھی۔ تصویر تمہاری تھی کالم دوسروں کے بارے میں لکھا گیا تھا۔ بہت غصہ آیا کہ جیسے بابرہ شریف کی تصویر کے نیچے پٹہ کمانی دار کا اشتہار دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ بہر حال پہیوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے کہ وہ گول ہونے کے علاوہ چوکور بھی ہوتے ہیں اور پٹہ کمانی دار ہو تو چل بھی سکتے ہیں۔

نعیم مرزا

ملتان

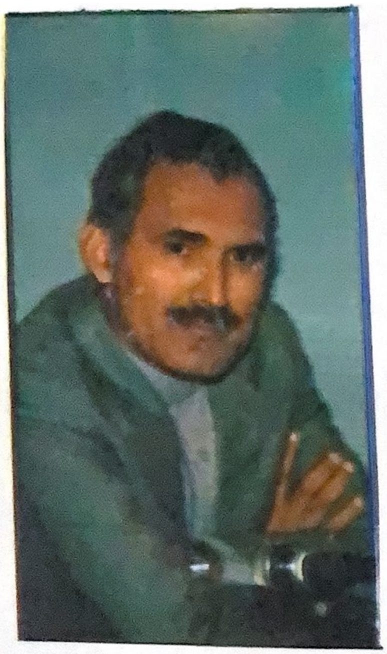
کتاب کا انتساب میانوالی کی ایک ایسی پر عظمت شخصیت کے نام ہے کہ ظفر کی نگاہ انتخاب پر بے اختیار پیار آجاتا ہے۔ ڈاکٹر نور محمد خان نیازی کی زندگی بلا شبہ اس آیت کی تفسیر تھی۔

(منصور آفاقی)

پرچول، میانوالی

انہیں میں شب خون کا نام دے سکتا ہوں۔ جو بڑی کامیابی سے سماج اور انسان کے باطن پر مارے گئے ہیں۔

رام لعل



چوکور پہیے

ظفر خان نیازی

پاکستان میں بسنے والوں کی صورت حال کے موجودہ رخ میں ہمت افزائی کرنے والی ایک نئی آواز کا کچلے اور پسے ہوئے عوام کے بھی خواہوں کو استقبال کرنا چاہیئے۔ میں اس آواز کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

عتیق احمد

چوکور پہیے ایک سے زیادہ اعتبار سے نئی کتاب ہے۔ مختصر ترین اظہار کی ضرورت کی انسان کو شدید ترین بحران کے زمانے میں پیش آتی ہے۔ یہ بحران معاشرتی بھی ہوسکتا ہے اور سیاسی بھی۔ منٹو نے جب سیاہ حاشیے کے عنوان سے مختصر ترین کہانیاں لکھی تھیں وہ بھی بحران کا زمانہ تھا۔ مختصر ترین افسانے کی طرف جو فضا قاری کو لے آئی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مصنف تفصیل کا ٹنٹا پالنے کی بجائے جلدی جلدی اپنے مشاہدات قاری تک پہنچانے کی فکر میں ہے۔ جیسے خط لکھنے کی بجائے ٹیلی گرام دے دیا جائے لیکن یہ بات بہر حال طے ہے کہ اس طرح کا عمل بحران کے دور میں ہی ہوتا ہے۔ ظفر خان نیازی نے بحرانی دور کے جذبات کے احساسات کی عکاسی نہایت فنکاری سے کی ہے۔

فتح محمد ملک